هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

فاروق

تحریک جدید کا اخبار

قادیان

ایڈیٹر شیخ قاسم علی احمدی

شرح چندہ پیشگی

سالانہ ۔ ششماہی ۔ سہ ماہی ۔ بیرون ہند ۸ شلنگ

قیمت فی پرچہ ۱ر

تاریخہائے اشاعت :۔ ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۵ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۹ صفر ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۸ امان ۱۳۱۹ ہش مطابق ۲۸ مارچ ۱۹۴۰ء | نمبر ۱۲

دارالامان کا ہفتہ

(۱) ۲۷ امان۔ سیدنا امیر المؤمنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ کو نزلہ اور زکام کی شکایت ہے۔ حضور کی صحت کاملہ کے لئے دعا کریں۔

(۲) ۲۲ امان مطابق ۲۲ مارچ ۱۹۴۰ء قبل از خطبہ جمعہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہٖ نے اپنی دو صاحبزادیوں سیدہ امۃ الرشید بیگم صاحبہ جو سیدہ امۃ الحی صاحبہ مرحومہ کے بطن سے میاں عبدالرحیم احمد صاحب بھاگلپوری ابن مکرم علی احمد صاحب ایم اے سے اور سیدہ امۃ العزیز بیگم صاحبہ جو حرم اول کے بطن سے ہیں۔ کا نکاح صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب ابن حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کے ساتھ ایک ایک ہزار روپیہ مہر پر پڑھا۔ میاں عبدالرحیم احمد کا پہلا نام عبدالرب تھا۔ ایک خواب کی بنا پر حضور نے تبدیل کر کے یہ نام رکھا ہے۔ اس مبارک تقریب پر خاکسار ایڈیٹر فاروق معہ متعلقین کے تمام خاندان رسالت و خاندان بھاگلپور کو مبارکباد عرض کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر خیر و برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

۱۳۱۹ھش مطابق ۱۹۴۰ء کی بیسویں مجلس مشاورت کی مختصر روئیداد

قادیان ۲۲ امان۔ آج بعد نماز جمعہ و عصر جو حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے مسجد نور میں جمع کر کے پڑھائیں۔ ۴ بجے تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہال میں مجلس مشاورت کا افتتاح فرمایا۔ حضور نے تمام مجمع سمیت دیر تک دعا فرمائی اور پھر افتتاحی تقریر فرمائی۔ جس میں حضور نے مجلس مشاورت کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرمایا۔ کہ کن صفات کے پیش نظر نمائندوں کو منتخب کرنا چاہیئے۔ جو تقویٰ۔ دیانت اور عبادت کے لحاظ سے بڑے ہوں۔ انہی کو بڑا سمجھنا چاہیئے۔ وہ لوگ جو اچھی طرح تقریر نہ کر سکتے ہوں۔ لیکن دین کی خدمت کرنے والے ہوں۔ تقویٰ شعار ہوں۔ ان سے بہتر ہیں۔ جو بڑے لسان اور بڑے مقرر ہوں۔ مگر دین سے بے بہرہ ہوں۔

پھر ایجنڈا کی تجاویز پر غور کر کے رپورٹ پیش کرنے کے لئے حضور نے سب کمیٹیاں مقرر فرمائیں۔ نظارت بیت المال اور نظارت مقبرہ بہشتی سے متعلق تجاویز پر غور کرنے کے لئے حضور نے ۳۲ ممبروں پر مشتمل سب کمیٹی منظور فرمائی۔ اس سب کمیٹی کے صدر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے اور سکرٹری جناب مولوی عبدالمغنی صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ کو مقرر فرمایا۔

دوسری سب کمیٹی حضور نے نظارت خارجہ کی تجاویز کے متعلق ۱۵ ممبروں پر مشتمل منظور فرمائی۔ جس کے صدر آنریبل چودھری سر محمد ظفر اللہ خانصاحب اور سیکرٹری جناب سیّد زین العابدین صاحب ناظر امور خارجہ مقرر فرمائے۔

تیسری سب کمیٹی نظارت امور عامہ کی تجاویز پر غور کرنے کے لئے حضور نے منظور فرمائی۔ جو ۲۱ ممبروں پر مشتمل تھی۔ اس کے صدر جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے اور سیکرٹری حضرت مرزا شریف احمد صاحب کو مقرر فرمایا۔

ان سب کمیٹیوں کے تقرر کے بعد اجلاس پانچ بج کر دس منٹ پر ختم ہوا۔ تا کہ سب کمیٹیاں اپنے اجلاس منعقد کر کے متعلقہ تجاویز کے متعلق رپورٹ تیار کر سکیں۔

آج کے اجلاس میں شریک ہونے والے نمائندگان کی تعداد ۴۰۲ تھی۔ جس میں پنجاب صوبہ سرحد۔ سندھ۔ یو۔ پی۔ حیدرآباد اور مختلف ریاستوں کی جماعتوں کے نمائندے موجود تھے۔ مقامی اور بیرونی وزیٹرز کی تعداد ۴۹۱ تھی۔ وزیٹرز میں خواتین کی بھی ایک کافی تعداد تھی۔ جن کی نشست کا انتظام ہال کی مشرقی جانب کی نچلی گیلری میں با پردہ تھا۔ تمام حاضرین تک آواز پہنچانے کے لئے لاؤڈ سپیکر کا انتظام تھا۔

دوسرا دن۔ ۲۳ امان کو مجلس مشاورت کا پہلا اجلاس سوا گیارہ بجے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے تشریف لانے پر تلاوت قرآن کریم اور دعا کے ساتھ شروع ہوا۔ اور احمدیہ یونیورسٹی کے متعلق مجوزہ سکیم پیش کرنے کا ارشاد فرمایا۔ اور آنریبل چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو ارشاد فرمایا۔ کہ سٹیج پر آجائیں۔ اور بولنے والوں کو باری باری اظہار خیالات کا موقعہ دیتے رہیں۔

ایک تعلیمی بورڈ کا تقرر

یونیورسٹی کے متعلق سکیم جب حضرت مرزا شریف احمد صاحب ناظر تعلیم و تربیت نے پیش کی۔ تو حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے فرمانے پر جناب مولوی عبد الرحیم صاحب درد ایم۔ اے نے وہ حالات سنائے۔ جن کے پیش نظر انہوں نے اس وقت جبکہ آپ ناظر تعلیم و تربیت تھے۔ وہ تجویز پیش کی تھی۔ جس کے سلسلہ میں یونیورسٹی کی سکیم مرتب کی گئی۔ اس پر حضور نے فرمایا۔ ابھی نہ تو وقت ہے۔ اور نہ ہمارے پاس روپیہ ہے۔ کہ ہم یونیورسٹی کی اس قسم کی سکیموں پر غور کرتے رہیں۔ اس وقت ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ نظارت تعلیم و تربیت سے علیحدہ ایک تعلیمی بورڈ مقرر کیا جائے۔ جو ان امتحانات کے متعلق انتظام کرے جو ہم جماعت کے لئے مقرر کرتے ہیں۔ یا ہماری موجودہ درسگاہوں کے ایسے امتحانات ہیں۔ جو یونیورسٹی کے ماتحت نہیں ہیں۔ پھر تعلیم کو وسیع کرنے کے متعلق تجاویز سوچے۔ اور نصاب تعلیم کی تکمیل کے لئے تجاویز پیش کرے۔ اور ان باتوں کو عمل میں لائے۔

اظہار خیالات کے بعد جب حضور نے آراء طلب فرمائیں۔ تو کثرت آراء نے اس تجویز کی تائید کی۔ اور حضور نے فرمایا۔ میں اسے منظور کرتا ہوں۔ صدر انجمن جلد سے جلد اس بورڈ کے ممبروں کے نام تجویز کر کے پیش کرے۔

مسلم لیگ اور کانگرس

اس کے بعد سب کمیٹی نظارت امور خارجہ کی رپورٹ اس تجویز کے متعلق جناب سید زین العابدین صاحب ناظر امور خارجہ نے پیش کی۔ کہ مسلم لیگ یا کانگرس میں شمولیت کے متعلق جماعت احمدیہ کا کیا رویہ ہونا چاہیئے۔ جناب ناظر صاحب امور خارجہ اور جناب پیر اکبر علی صاحب نے اس وقت تک کے حالات بیان کئے۔ آخر آراء طلب کرنے پر بہت بڑی اکثریت نے اس تجویز کی تائید کی۔ کہ اگلے سال پھر اس معاملہ کو مجلس مشاورت میں پیش کیا جائے۔ اور اس دوران میں مسلم لیگ اور کانگرس سے تصفیہ کرنے کی جد و جہد جاری رکھی جاوے۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے کثرت آراء کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا۔

پسماندگان کی امداد کی صورت کیا ہو

سب کمیٹی امور عامہ کی رپورٹ پسماندگان کی امداد کی تجویز کے متعلق حضرت مرزا شریف احمد صاحب نے پیش فرمائی۔ کہ چند ایسے اصحاب کی ایک کمیٹی فوری طور پر مقرر کی جائے۔ جو لائف انشورنس کے ماہروں کے مشورہ کے بعد اور علمائے سلسلہ سے مشورہ حاصل کرنے کے بعد رپورٹ پیش کرے۔ کہ جو احمدی فوت ہوں۔ ان کے پسماندگان کی امداد کی کیا صورت ہونی چاہیئے۔ جو شریعت کے مطابق بھی ہو۔ اور قابل عمل بھی ہو۔ مختلف اصحاب کے اظہار خیالات کے بعد آراء طلب کرنے پر بہت بڑی اکثریت نے اسکی تائید کی اور حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے کثرت آراء کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے حسب ذیل اصحاب پر مشتمل کمیٹی مقرر فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اکتوبر تک رپورٹ پیش کی جائے۔

(۱) حضرت مرزا شریف احمد صاحب

(۲) چودھری بشیر احمد صاحب بی۔ اے۔

(۳) بابو دین محمد صاحب

(۴) میاں غلام محمد صاحب اختر۔

(۵) بابو عبد الحمید صاحب آڈیٹر۔

(۶) حضرت میر محمد اسحاق صاحب

(۷) مولوی ابو العطاء اللہ دتا صاحب۔

اس پر پہلا اجلاس سوا دو بجے نماز ظہر و عصر کے لئے برخاست ہوا۔

وصیت کے متعلق فیصلہ

دوسرا اجلاس ساڑھے تین بجے شروع ہوا۔ جس میں سب کمیٹی نظارت بیت المال کی رپورٹ مقبرہ بہشتی کے متعلق تجاویز کے بارے میں حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے پیش کی۔ جس میں پہلی تجویز یہ تھی۔ کہ جو شخص وصیت لکھ کر مقامی کارکنوں کو دے دیتا ہے۔ لیکن اسکی غفلت سے وصیت مرکز میں نہیں پہنچتی۔ حتیٰ کہ موصی فوت ہو جاتا ہے۔ اس وصیت کو منظور کر لینا چاہیئے۔ بشرطیکہ اگر ماہوار آمد کی وصیت ہو۔ تو موصی ماہوار حصہ وصیت ادا کرتا رہا ہو۔ اور اگر جائیداد کی ہو۔ تو اس کے پسماندگان جائیداد کا حصہ وصیت ادا کر دیں۔

اظہار خیالات کے بعد کثرت آراء نے اسکی تائید کی۔ اور حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ نے کثرت آراء کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے اسے منظور فرمایا۔

دوسری تجویز یہ تھی۔ کہ اگر کوئی موصی اپنی پنشن کا کچھ حصہ کمیونٹ کرائے۔ تو اس طرح جس قدر رقم اسے ملے۔ وہ اسکی آمد سمجھی جائے۔ اور اس سے حصہ وصیت اسی وقت لے لیا جائے۔ جب موصی رقم وصول کرے۔ کثرت آراء نے اسکی تائید کی۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے کثرت آراء کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے یہ استثناء فرمایا۔ کہ اگر کوئی موصی کسی ڈگری وغیرہ کا زیر بار ہو۔ اور اسے رقم اتنی ہی ملے۔ جتنی کہ اسے ادا کرنی ہے۔ تو اس وقت اس سے وصیت کی رقم نہ لی جائے۔ بلکہ وہ انجمن سے سمجھوتہ کرے۔ اور انجمن اتنی رقم اس کے ذمہ قرض قرار دے۔ جسے وہ آہستہ آہستہ ادا کر دے۔

پنشن یا پراویڈنٹ فنڈ

اس کے بعد سب کمیٹی نظارت بیت المال کی رپورٹ جناب مولوی عبد المغنی صاحب نے پیش کی جس میں پہلی تجویز یہ تھی۔ کہ انجمن کے کارکنوں کو اختیار دیا جائے۔ کہ ان میں سے جو ریٹائر ہونے کے بعد پنشن لینا چاہیں۔ وہ پنشن لیں۔ اور جو پراویڈنٹ فنڈ لینا چاہیں۔ انہیں یہ دیا جائے۔ بہت تفصیلی گفتگو کے بعد تجویز یہ قرار پائی۔ کہ کارکنوں کو اختیار دے دیا جائے۔ کہ جو پنشن لینا چاہے۔ وہ پنشن لے۔ اور جو پراویڈنٹ فنڈ لینا چاہے۔ اسے یہ دیا جائے۔ پنشن لینے والوں کا بھی پراویڈنٹ فنڈ کٹتا ہے اس میں جتنا حصہ کارکن کی کٹوتی کا ہو۔ وہ اسے ریٹائر ہونے پر دے دیا جائے۔ پنشن تنخواہ کی ۵۰ فی صدی کی نسبت سے ہو۔ اور کارکردگی کے آخری تین سالوں کی اصل تنخواہ گریڈ کی جو ہو۔ اسکی اوسط نکال کر اس کا ۵۰ فیصدی پنشن دی جائے۔ کثرت آراء نے اسکی تائید کی۔ اور حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے کثرت آراء کے حق میں فیصلہ دیا۔

دعوت طعام۔ اس پر ساڑھے سات بجے اجلاس ختم ہوا۔ نماز مغرب اور عشاء مسجد مبارک میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے پڑھائیں اور پھر تمام نمائندگان اور مہمان اس دعوت طعام میں شریک ہوئے۔ جو حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے دی۔ کھانا کھانے والوں کی تعداد سوا آٹھ سو تھی۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے بذات خود بھی شرکت فرمائی۔

تیسرا دن۔ ۲۴ امان ساڑھے آٹھ بجے مجلس مشاورت کا اجلاس شروع ہوا۔ تلاوت اور دعا کے بعد خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب ناظر بیت المال نے بجٹ پیش کرتے ہوئے تجویز پیش کی کہ بجٹ سے کم چندہ دینے والی جماعتوں کے نام مجلس مشاورت میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے

بجٹ پورا نہ کرنے والی جماعتیں

اس سلسلہ میں جناب ناظر صاحب بیت المال نے جب اس سال کے چندوں کی فہرست سنا کر یہ بتایا۔ کہ کس کس جماعت نے اپنا آمد کا بجٹ کس نسبت سے پورا کیا ہے۔ تو حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمایا۔ کہ اگر جماعتوں نے اس کوتاہی کی جلد اصلاح نہ کی۔ تو میں تجویز کروں گا۔ کہ آئندہ مجلس شوریٰ کے اجلاس میں جہاں ان جماعتوں کا شکریہ ادا کیا جائے۔ جنہوں نے اپنے بجٹ کو پورا کر دیا ہو۔ وہاں ان جماعتوں پر اظہار افسوس بھی کیا جائے۔ جنہوں نے اپنی ذمہ واری کو پورا نہ کیا ہو۔

تین سالہ کٹوتی۔ جناب ناظر صاحب بیت المال نے دوسری تجویز سب کمیٹی نظارت بیت المال کی یہ پیش کی۔ کہ صدر انجمن احمدیہ کے کارکنوں کی تنخواہوں میں تین سال کے لئے جو کٹوتی کی گئی ہے۔ اس میں سے چندہ خاص کی رقم منہا کر کے باقی رقم قرض قرار دی جائے۔ کثرت آراء نے اسکی تائید کی۔ اور حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے کثرت رائے کے حق میں فیصلہ فرما دیا۔

بجٹ آمد و خرچ۔ اس کے بعد بجٹ کے متعلق سب کمیٹی کی یہ تجویز پیش کی گئی۔ کہ مطبوعہ بجٹ کے اعداد آمد میں سے ۱۰۲۵ کی کمی کر کے ۷۳۸۳۶۹ کا بجٹ آمد آئندہ سال کے لئے منظور کیا جائے۔ متفقہ طور پر اسکی تائید کی گئی۔ پھر خرچ کا بجٹ ۷۳۸۳۶۹ پیش ہوا۔ اسکی بھی متفقہ طور پر تائید کی گئی۔

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے منظوری دیتے ہوئے فرمایا۔ اس خیال سے کہ غرباء کی تعلیم میں حرج نہ ہو۔ اور محکمہ وظائف قرض حسنہ کی وصولی میں سستی نہ کرے۔ مد وظائف میں سب کمیٹی نے جو ۱۰۲۵ کی کمی کی ہے۔ بدستور سابق بعد میں نظر ثانی کرتے ہوئے اسے میں بڑھا دوں گا۔

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ کی اختتامی تقریر

اس پر ایجنڈا کی کارروائی ختم ہوئی۔ اور حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ نے آخری تقریر فرمائی۔ جس میں جماعت احمدیہ کا یہ مقدس فرض کہ دنیا کو خدا تعالےٰ کے آستانہ پر لا کر جھکانا ہے۔ اور اس طرح عظیم الشان تغیر پیدا کرنا ہے۔ اس مؤثر پیرایہ میں بیان فرمایا۔ کہ تمام مجمع پر رقت طاری ہو گئی۔ اور اکثر کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ پھر جب حضور نے تقریر ختم کر کے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ تو تمام مجمع نے اس تضرع اور زاری کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور دعا کی۔ کہ کہرام مچ گیا۔ اور عین اس وقت جبکہ خدا تعالیٰ کے عاجز اور بے سرو سامان بندے اپنے مقصد و مدعا کے مقابلہ میں اپنی بے کسی کے متعلق خدا تعالیٰ کے حضور چیخ و پکار کر کے اسکی نصرت حاصل کرنے کے لئے کوشاں تھے۔ اور ان کی آنکھیں اشک بار تھیں۔ زمین و آسمان کے خدا نے آسمان سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۵ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۴۰ء مطابق ۲۸ امان ۱۳۱۹ ہش | نمبر ۱۲

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۵ امان ۱۳۱۹ ہش

دینی اور دُنیوی کاموں میں ہمیشہ سچ اختیار کرو

فرمودہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

انبیاء کی جماعتوں کی علامتوں میں سے ہمیشہ

ایک علامت

راستبازی ہوتی ہے۔ اور یہ علامت ایسی ہے۔ جو اپنی ذات میں بہت ہی اہمیت رکھتی ہے۔ اگر ایک طرف اس کے ذریعہ جماعت کی عزت بڑھتی ہے۔ تو دوسری طرف اس سے تبلیغ کے لئے بھی رستے کھلتے ہیں۔ مگر بہت لوگ ہیں۔ جو

راستبازی کی قدر

کو نہیں سمجھتے۔ خصوصاً عورتوں میں یہ مرض بہت زیادہ ہے۔ مردوں میں بھی ہے۔ مگر عورتوں میں بالخصوص زیادہ ہے۔ وہ بات کرتی ہیں۔ تو اس کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور چھپا لیتی ہیں یا اگر بات منہ سے نکل جائے۔ تو تحقیقات کے وقت اس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتی ہیں۔ مردوں میں بھی اس زمانہ میں یہ مرض کافی مقدار میں ہے۔ کیونکہ یہ زمانہ

مداہنت اور نفاق کا زمانہ

ہے۔ تہذیب کے معنے آج کل یہ سمجھے جاتے ہیں۔ کہ بات کرنے والا دوسرے کے خیالات کا اس حد تک خیال رکھے۔ کہ سچائی بھی چھپانی پڑے۔ تو اس سے دریغ نہ کرے۔ ایک دوست کے متعلق جو انگلستان میں تبلیغ کرنے کے بعد واپس آگئے ہیں۔ کسی نے سنایا۔ کہ وہ کہتے تھے۔ وہاں ایک گلی سے دوسری گلی میں جانے تک

سات بار جھوٹ بولنا

پڑتا ہے۔ وہاں رواج ہے۔ کہ جب کسی سے ملتے ہیں۔ تو موسم کا حال ضرور دریافت کرتے ہیں۔ پہلا سوال عام طور پر یہی ہوتا ہے۔ کہ موسم کیسا ہے؟ حالانکہ سارے اسی جگہ رہتے ہیں۔ مگر پھر بھی ملیں گے۔ تو موسم کا حال ضرور پوچھیں گے۔ اسی رواج کے مطابق کچھ عرصہ قبل تک ہندوستان میں بھی یہ حالت تھی۔ کہ جب علاقہ کے زمیندار کبھی ڈپٹی کمشنر سے ملتے۔ تو وہ ہر ایک سے موسم کا حال ضرور دریافت کرتا۔ اور پوچھتا۔ بارش ہوئی ہے یا نہیں۔ موسم کیسا ہے؟ اور اس طرح ملاقات کا قریباً آدھا وقت اسی میں گزار دیتا۔ ملنے والا حیران ہوتا۔ کہ دو منٹ کی تو ملاقات تھی۔ جس میں سے ایک منٹ موسم کا حال دریافت کرنے میں گزار دیا۔ ادھر افسر یہ سمجھتا۔ کہ اگر میں یہ دریافت نہ کروں۔ تو

بد تہذیب سمجھا جاؤں گا

وہ چاہتا۔ کہ میں اپنا دکھڑا سناؤں۔ اور یہ بارش اور موسم کے متعلق دریافت کرنے میں ہی وقت گزار دیتا۔ ڈپٹی کمشنر تو اپنی طرف سے اسکی خاطر داری کرتا۔ اور زمیندار کے دل میں اس طرح وقت کے ضائع ہونے پر شکوہ پیدا ہو رہا ہوتا۔ یہ

انگلستان کے رواج کے مطابق

بات تھی۔ وہاں ملتے وقت موسم کا حال ضرور دریافت کیا جاتا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ وہاں موسم بڑی جلدی جلدی بدلتا رہتا ہے۔ جس طرح

سندھیوں اور بلوچیوں میں

یہ طریق ہے۔ کہ جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ تو ایک کہتا ہے حال دے۔ اور وہ سنانا شروع کرتا ہے۔ کہ فلاں کا یہ حال ہے۔ فلاں کا یہ ہے۔ اور اس طرح سب تفاصیل بیان کرنے کے بعد اسے کہتا ہے۔ کہ تو حال دے۔ اور پھر وہ اپنی کہانی سناتا ہے۔ اور جب سب کچھ اگل دیتا ہے۔ تو دوسرے سے کہتا ہے حال دے۔ اور اس طرح اس کا پیٹ خالی کراتا ہے۔ اسی طرح ایک دوسرے سے پوچھتے جاتے ہیں۔ ختم نہیں کرتے۔ اور یہ عادت اسی قدر عام ہے۔ کہ مجھے ایک پولیس کے افسر نے بتایا۔ کہ یہاں یہ حال ہے۔ کہ ادھر چور کو پکڑنے کے لئے نکلو۔ اور ادھر اسے خبر پہنچ جاتی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ اگر ایک بھی سندھی کو پتہ لگ جائے۔ تو دوسرے سے ملنے پر جب وہ حال دریافت کرتا ہے۔ تو سب باتیں بیان کرنے کے ساتھ یہ بھی کہہ دیگا۔ کہ فلاں تھانیدار فلاں چور کو پکڑنے جا رہا ہے۔ اور راستہ میں اسے جو جو ملے گا۔ اور حال دریافت کرے گا۔ وہ ہر ایک کو یہ بات بھی بتائے گا۔ اور پھر ان میں سے جسے بھی دوسرے کو حال بتانے کا موقعہ آئے۔ وہ یہ بات بھی اسے ضرور سنائیگا۔ نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ تھانیدار تو بعد میں پہنچے گا۔ مگر یہ خبر پہلے ہی سارے ضلع میں پہنچ جائیگی۔ اور ظاہر ہے۔ کہ ایسی صورت میں چور بھلا کیوں بیٹھا رہے گا۔ اس پولیس افسر نے بتایا۔ کہ یہاں یہ بڑی سخت دقت ہے۔ ہمیں چھپ چھپ کر جانا پڑتا ہے۔ انگلستان میں اس حال دے کے بجائے

موسم کا حال

پوچھنے کا رواج ہے۔ تم اگر گھر سے نکلو اور راستہ میں تمہیں ایک ایسا شخص ملے۔ جسے دردوں کا عارضہ ہے۔ یا گٹھیہ کی شکایت ہے۔ اور سردی کی وجہ سے اسے تکلیف پہنچتی ہے۔ تو وہ کہے گا۔ کیسا بُرا موسم ہے۔ اور تہذیب کا تقاضا یہ ہے۔ کہ چاہے خود اس وقت لطف ہی آرہا ہو۔ مگر تم کہو یہی کہ بہت ہی بُرا موسم ہے۔ آگے گئے۔ تو ایک اور شخص ملا۔ جو ہٹا کٹا تندرست مشٹنڈا ہے۔ اس پر سردی بُرا اثر نہیں کرتی۔ اور وہ کہتا ہے۔ اوہ کیسا نفیس موسم ہے۔ اس وقت تمہارا فرض ہے۔ کہ کہو۔ کہ ہاں بہت ہی اچھا موسم ہے۔ آگے جا کر ایک نے کہا۔ کہ آج بارش ضرور ہوگی۔ تو تم کو کہنا پڑے گا۔ ہاں ضرور ہوگی۔ لیکن اور آگے جا کر کوئی اور ملا۔ اور اس نے کہا۔ کہ آج تو بارش کے کوئی آثار نہیں۔ تو تم چند قدم پیچھے جو یہ کہہ چکے ہو۔ کہ ضرور بارش ہوگی۔ اب یہ کہنے پر مجبور ہو۔ کہ نہیں ہرگز نہیں ہوگی۔ آج تو بارش کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ تو یہ بات دراصل تہذیب سمجھی جاتی ہے۔ کہ جس کے ساتھ بات کی جائے۔ اس کا دل خوش کرنے کا اتنا خیال رکھا جائے۔ کہ خواہ اس کے لئے صداقت چھوڑنی پڑے۔ اس میں تامل نہ ہو۔ یہاں ہندوستان میں بھی اب یہ بات بہت پیدا ہو رہی ہے۔ بعض احمدی کسی تعلیمیافتہ آدمی کو

کئی کئی سال تبلیغ

کرتے رہتے ہیں۔ اور سمجھا یہ جاتا ہے۔ کہ وہ بہت ہی قریب آچکا ہے۔ لیکن جب کوئی موقعہ پیدا ہو۔ تو وہ شدید دشمن ثابت ہوتا ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ یورپین تہذیب کے مطابق وہ اپنا فرض سمجھتا ہے۔ کہ جب اسے کہا جائے۔ کہ حضرت عیسیٰ ؑ فوت ہو گئے ہیں۔ تو وہ بھی یہی بات کہے۔ اور جب کہا جائے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے فلاں فلاں معجزات دکھائے۔ وہ خدا تعالیٰ کے محبوب اور محب تھے۔ تو تہذیب کے خلاف سمجھتا ہے۔ کہ اس بات کی تردید کی جائے۔ لیکن جب مقابلہ کا وقت آتا ہے۔ تو اس کا اندرونہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ لیکن یورپ میں جہاں یہ نقص ہے۔ وہاں بعض خوبیاں بھی ہیں۔ وہاں بعض اصول مقرر ہیں۔ اور وہ لوگ اس طرح ان کی پابندی کرتے ہیں۔ کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ بسا اوقات وہ اصول متضاد بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً جہاں یہ دستور ہے۔ کہ موسم کے معاملہ میں کوئی جو کچھ کہے۔ اسکی تائید

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کردی جائے۔ وہاں یہ بات بھی ہے۔ کہ عام حالات میں وہ لوگ **سچ بولنے کے عادی** ہیں۔

موسم کا حال بیان کرنے میں تو ایک انگریز بے شک غلط بیانی کرے گا۔ مگر گواہی کے معاملہ میں نسبتاً سچ بولے گا۔ اور عدالت کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگی۔ ہمارے ملک میں یہ بات نہیں۔ یہاں عدالتوں میں بھی بہت دغا اور فریب ہوتا ہے۔ سچا بھی عدالت میں جاکر جھوٹ بولتا ہے۔ اور جھوٹا بھی۔ پولیس بھی جھوٹ بولتی ہے۔ اور گواہ بھی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ مجسٹریٹوں کو بھی بعض اوقات جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ ہر طرف **جھوٹ کا ایک طوفان** بپا ہوتا ہے۔ سچائی کو سچ ثابت کرنے کے لئے بھی ضرور جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ کوئی شخص کسی سرکاری عدالت میں سچ کے ساتھ مقدمہ نہیں جیت سکتا۔ خواہ اس کا کیس بالکل ہی سچا کیوں نہ ہو۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ جھوٹ کی بنیاد ایسے اصول سے قائم ہو گئی ہے۔ کہ جھوٹ مجبوراً بولنا پڑتا ہے۔ اگر کسی شخص کے خلاف دس بارہ جھوٹے گواہ پیش ہو جائیں۔ جو کہیں۔ اس نے فلاں شخص کو مارا ہے۔ تو گو اس نے نہ مارا ہو۔ جب تک وہ بھی ایسے گواہ پیش نہ کرے۔ جو کہیں اس نے نہیں مارا۔ وہ سزا سے نہیں بچ سکتا۔ اور ضروری نہیں۔ کہ سچے کے پاس گواہ موجود ہوں۔ اس لئے اسے ضرور جھوٹے گواہ بنانے پڑتے ہیں۔ اگر تو مارنے والا خود ہی سچا بیان دیدے۔ کہ اس نے گالی دی۔ اور میں نے مارا۔ تو عدالت کا کام بہت آسان ہو جاتا ہے۔ اسے صرف یہ دیکھنا باقی رہ جاتا ہے۔ کہ اشتعال کی جو وجہ بیان کی گئی ہے۔ وہ کافی ہے یا نہیں۔ اگر تو وہ یہ سمجھے۔ کہ اشتعال ایسا تھا۔ کہ اس کے مقابلہ میں اتنا مارنا زیادہ نہیں۔ تو وہ سزا میں کمی کر سکتا ہے۔ اور اگر اس کے نزدیک اشتعال کافی نہ ہو۔ تو سزا سخت دے سکتا ہے۔ اور یورپ میں عام طریق یہی ہے۔ مگر یہاں یہ حال ہے۔ کہ اگر دو آدمی اکیلے لڑ پڑیں۔ تو فوراً ایک کے دس بارہ دوست جھوٹی گواہی دینے پر تیار ہو جائینگے کہ ہم وہاں موجود تھے۔ اور فلاں شخص نے ہمارے سامنے فلاں کو مارا تھا۔ اب اگر سچ بولنے والا اکیلا ہی ان کے مقابلہ میں کہتا جائے۔ کہ میں نے نہیں مارا۔ تو مجسٹریٹ اسکی ہرگز نہیں سنیگا۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ اس کے سچ کی تائید کے لئے بھی اتنے ہی گواہ ہوں۔ یہاں فیصلہ اس کے حق میں ہوتا ہے۔ جو زیادہ سے زیادہ جھوٹی شہادت مہیا کر سکے۔ اگر تو جس نے مارا ہے۔ وہ زیادہ معززین کو جھوٹا بنا سکے۔ تو وہ کامیاب ہو جائے گا۔ اور اگر نہ مارنے والا زیادہ معززین کو جھوٹا بنا سکے گا۔ تو وہ جیت جائے گا۔ جیت کا انحصار اس امر پر ہوتا ہے۔ کہ کون شخص زیادہ تعداد میں اور معزز آدمیوں کو جھوٹا بنا سکتا ہے۔ مجسٹریٹ بھی آخر انسان ہوتا ہے۔ اور قانون یہ ہے۔ کہ شہادت کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔ اس لئے بسا اوقات وہ سمجھتا بھی ہے۔ کہ کیس جھوٹا ہے۔ مگر وہ مجبور ہوتا ہے۔ کہ سچے کے خلاف فیصلہ کرے۔ بعض ممالک مثلاً فرانس وغیرہ میں یہ قاعدہ ہے۔ کہ مجسٹریٹ خود بھی تحقیقات کرے۔ اسلام کا قانون بھی یہی ہے۔ اور فرانس چونکہ اسلامی حکومت کے قریب تھا۔ اس لئے شاید اس نے وہاں سے یہ طریق لیا ہو۔ لیکن انگریزی قانون یہ ہے کہ شہادت کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔ مجسٹریٹ کوئی دخل نہ دے۔ بلکہ اگر وہ دخل دے۔ تو اسے متعصب سمجھا جاتا ہے۔ اور اس وجہ سے بعض اوقات مجسٹریٹ یہ جاننے کے باوجود کہ **بات جھوٹ ہے** سزا دے دیتا ہے۔ کیونکہ قانون یہی ہے۔ میں نے کئی پولیس والوں سے سنا ہے۔ کہ ہم نے کبھی جھوٹا مقدمہ نہیں بنایا۔ پہلے اطمینان کر لیتے ہیں۔ کہ مقدمہ سچا ہے۔ اور پھر اسکی سچائی کو ثابت کرنے کے لئے جھوٹے گواہ بناتے ہیں۔ اگر کوئی چور خود ہی مال پولیس کے حوالے کر دے۔ تو عدالت اسے چھوڑ دے گی۔ اسلئے پولیس کو مجبوراً یہ کہانی بنانی پڑتی ہے۔ کہ یہ مال فلاں جگہ دفن تھا۔ جو فلاں فلاں ذیلدار۔ نمبردار یا زمیندار کے روبرو ملزم نے نکال کر دیا۔ اور ظاہر ہے۔ کہ جب ملک کے عام حالات یہ ہوں۔ تو **سچ کو قائم رکھنا بہت ہی مشکل ہے** دنیا میں آج تک جتنے انبیاء گزرے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔ ان سب کی امتوں سے زیادہ اس زمانہ میں سچائی کے ساتھ وابستگی کو قائم رکھنا مشکل ہے۔ صحابہ کرام کی حالت اور تھی۔ عرب میں پہلے بھی سچ کی عادت تھی۔ گو عرب لوگ چوری ڈاکہ۔ زنا۔ شراب خوری۔ جوا بازی وغیرہ جرائم میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ مگر سچائی کے پابند تھے۔ بہت سی بری عادات کے ساتھ ان میں ایک خوبی یہ تھی۔ کہ سچ کے پابند تھے۔ اور پھر مہمان نواز بھی تھے۔ چور بھی تھے۔ ڈاکو بھی۔ شرابی اور زانی اور جواری بھی۔ مگر ساتھ مہمان نواز اور سچ بولنے والے بھی تھے۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ سنایا کرتے تھے۔ کہ ایک شخص نے خود ان سے بیان کیا۔ کہ حج کو جاتے ہوئے رستہ میں میں قافلہ سے الگ ہو گیا۔ میرا سامان قافلہ کے ساتھ چلا گیا۔ اور میرے پاس کچھ نہ تھا۔ کئی روز کے فاقہ کے بعد مجھے ایک بدوی ملا۔ ریگستانی علاقوں میں دس دس بیس بیس میل پر چھوٹے چھوٹے سرسبز قطعات بھی ہوتے ہیں۔ اور بدو وہیں اپنی رہائش رکھ لیتے ہیں۔ کنال دو کنال کا ٹکڑا ہوتا ہے۔ جہاں زمین کے اندر پانی کی دھاریاں اس طرح چلتی ہیں۔ کہ وہ علاقہ سرسبز رہتا ہے۔ بدوی وہاں رہائش رکھتے ہیں۔ اس شخص نے بیان کیا۔ کہ جب وہاں پہنچا۔ تو ایک بدوی بیٹھا تھا۔ اس نے تربوز بوئے ہوئے تھے۔ ایسی جگہوں میں بدو لوگ ایسی چیزیں ہی بوتے ہیں جو دور شہروں میں لے جا کر فروخت کی جا سکیں۔ اور جلدی گل سڑ نہ جائیں۔ یہ شخص وہاں پہنچتے ہی گر گیا۔ اور اشارہ سے کہا۔ کہ مجھے کچھ کھانے کو دو۔ بدوی کے پاس اور کچھ کھانے کو تو تھا نہیں۔ بکریوں کا دودھ تھا۔ جو اس نے اسے پلایا۔ اس کے بعد اس خیال سے کہ یہ دودھ سیال چیز ہے۔ کوئی ٹھوس چیز بھی اسے کھلانی چاہیئے۔ وہ تربوزوں میں داخل ہوا۔ اور کئی تربوز توڑ توڑ کر پھینکتا گیا۔ کیونکہ وہ ابھی پکے نہ تھے۔ آخر ایک پکا ہوا تربوز تلاش کر کے اسے کھلایا۔ اور اس کے بعد تلوار نکال کر کھڑا ہو گیا۔ یہ شخص بہت حیران ہوا۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ بدو نے کہا۔ کپڑے اتار دو۔ اور کرتہ وغیرہ اتروا کر اچھی طرح اطمینان کر لیا۔ کہ پاس کوئی چیز ہے تو نہیں۔ اور پھر کہنے لگا۔ کہ یہ تربوز جو میں نے تمہاری خاطر توڑ کر پھینک دیئے ہیں۔ میرے بیوی بچوں کی سال بھر کی غذا تھی۔ دراصل وہ لوگ گزارہ تو دودھ وغیرہ پر ہی کر لیتے ہیں۔ اور یہ تربوز وغیرہ شہر وغیرہ میں لے جا کر فروخت کر کے کچھ پیسے بالائی ضروریات کے لئے حاصل کر لیتے ہیں۔ بدوی نے اس سے کہا۔ کہ تم میرے پاس آ گئے۔ تو یہ بات میری **مہمان نوازی کی شان کے خلاف** تھی۔ کہ میں پہلے تم سے کچھ پوچھتا۔ لیکن اب اگر معلوم ہو جاتا۔ کہ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ اور تمہارے پاس مال ہے۔ تو میں تمہیں ضرور مار ڈالتا۔ میں نے اپنے تمام تربوز تمہاری خاطر اجاڑ دیئے ہیں۔ اور بظاہر اب میرے بیوی بچوں کے لئے موت ہے۔

تو گو وہ لوگ قاتل تھے۔ شرابی اور زانی تھے۔ مگر سچائی اور مہمان نوازی ان میں عام تھی۔ دیکھو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق قیصر کے سامنے ابوسفیان نے کس طرح **سچی شہادت** دے دی۔ باوجودیکہ وہ اس وقت کافر تھے۔ گو وہ کہتے ہیں۔ کہ اگر میرا بس چلتا۔ تو میں جھوٹ بھی بول دیتا۔ مگر پیچھے قوم کے دوسرے لوگ کھڑے تھے۔ اور میں سمجھتا تھا۔ اگر میں نے جھوٹ بولا۔ تو یہ لوگ فوراً میری تردید کر دیں گے۔ مگر اس سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ بحیثیت قوم وہ لوگ سچے تھے۔

اب کیا حالت ہے۔ کہ اگر ایک غیر احمدی مولوی جھوٹ بولتا ہے۔ تو سب اسکی تائید شروع کر دیتے ہیں۔ مگر ابوسفیان سمجھتا تھا۔ کہ اگر میں نے جھوٹ بولا۔ تو میرے ساتھی اسے برداشت نہیں کریں گے۔ اسلئے صاف طور پر اقرار کیا۔ کہ محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) بڑے اعلےٰ اخلاق کے مالک ہیں۔ قیصر نے دریافت کیا۔ کہ کیا اس نے کبھی کوئی معاہدہ کر کے اسے خود ہی توڑ بھی دیا ہے۔ ابوسفیان نے کہا۔ کبھی نہیں۔ پھر اس نے پوچھا۔ کیا اس کے ساتھی بڑھ رہے ہیں۔ یا گھٹ رہے ہیں۔ اس نے جواب دیا۔ بڑھ رہے ہیں۔ پھر قیصر نے دریافت کیا۔ کہ اس کا تعلق کیسے خاندان سے ہے۔ ابوسفیان نے کہا۔ بڑے اعلےٰ خاندان سے۔ قیصر نے دریافت کیا۔ کہ اس کے ساتھ شامل ہونے والا کوئی شخص اس وجہ سے بھی الگ ہوا ہے۔ کہ اسے اسلام کے اصول پسند نہیں آئے۔ کسی شکوہ شکایت لڑائی جھگڑے کی وجہ سے علیحدگی اور بات ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ کوئی ایسا شخص بھی علیحدہ ہوا ہے۔ جسے اسلام کے عقائد پسند نہ آئے ہوں۔ ابوسفیان نے اس کا جواب بھی نفی میں دیا۔ تو اس زمانہ میں سچائی عام تھی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مگر آج جھوٹ عام ہے۔ مجھے ہمیشہ اس واقعہ سے حیرت ہوتی ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک مرتبہ وحی لکھوا رہے تھے۔ کاتب وحی لکھ رہا تھا۔ ایک مقام پر پہنچکر کاتب کے مُنہ سے فوراً یہ فقرہ بے اختیار نکل گیا۔ کہ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ اتفاقاً اگلی آیت یہی تھی اس لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ کہ لبس یہی الہام ہے۔ لکھ لو۔ اس بات پر اسے ٹھوکر لگ گئی۔ اس نے سمجھا۔ کہ میرا فقرہ پسند آگیا۔ تو اسے ہی الہام میں داخل کر لیا۔ اور وہ مرتد ہو کر مخالفوں میں جا ملا۔ مخالف ہونے کے بعد وہ یہ بھی کہہ سکتا تھا۔ کہ اور بھی ایسے فقرے مجھ سے آپ قرآن کریم میں لکھوا لیتے رہے ہیں۔ مگر نہیں۔ وہ صرف یہی

ایک واقعہ

بیان کرتا تھا۔ تو عرب بحیثیت قوم جھوٹے نہ تھے۔ مگر آج حالات بالکل مختلف ہیں۔ آج اگر کوئی شخص مرتد ہو۔ تو وہ فوراً کچھ کی کچھ بات بنا دے گا۔ ایک دفعہ یہاں ایک شخص طالب علم کی حیثیت سے حیدر آباد سے آیا۔ آج وہ لیڈر بنا ہوا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد یہاں کسی سے اس کا جھگڑا ہو گیا۔ اور وہ لاہور جا پہنچا۔ جھگڑا اس کا غالباً ہوسٹل والوں سے ہوا تھا۔ مگر لاہور جا کر اس نے اعلان کیا۔ کہ میں "قادیان گیا تھا۔ شروع شروع میں تو مجھ سے اصل بات پردہ میں رکھی گئی۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد جب خلیفہ صاحب کو یقین ہو گیا۔ کہ میں مخلص احمدی بن گیا ہوں۔ تو مجھے بیت الفکر کے ایک کونہ میں بٹھا کر کہنے لگے۔ کہ آج میں تم پر مخلص احمدی کا راز منکشف کرنا چاہتا ہوں۔ جو یہ ہے۔ کہ ہمارا اصل عقیدہ یہی ہے۔ کہ مرزا صاحب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے افضل ہیں۔ حالانکہ جب وہ یہاں سے گیا۔ تو دیانتداری سے اصل بات بھی بتا سکتا تھا۔ کہ میرا ان لوگوں سے اتفاق نہیں ہو سکا۔ اس لئے ان میں رہ نہیں سکا۔ لیکن اسے چھپا کر اس نے اتنا بڑا افترا کیا۔ جو زبان سے نکالتے ہوئے ایک شیطان خصلت انسان کا دل بھی کانپ جاتا ہے۔ یہ

ہندوستانی ذہنیت ہے

کہ جھوٹ بولنے میں دریغ نہیں کیا جاتا۔ باقی مرتدین کو بھی دیکھ لو۔ ادھر مرتد ہوئے۔ اور ادھر سینکڑوں قصے گھڑ لیتے ہیں۔ حالانکہ سوال قرضہ یا مقدمہ یا نوکری یا کسی بچے کی نوکری یا شادی بیاہ کا ہوتا ہے۔ مگر ہزاروں باتیں پاس سے ہی بنا کر ایسا گورکھ دھندا پیش کرتے ہیں۔ کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ تو آج کل جھوٹ بہت عام ہے۔ اور سچ کے قیام کے لئے بہت سی مشکلات درپیش ہیں لیکن اگر قوم سچ کے لئے تیار ہو جائے۔ تو اس کا اثر بھی بہت بڑا ہوگا۔ اگر یہ مشکل کام ہماری جماعت کرے۔ تو اس کے نتائج نہایت شاندار ہوں گے۔ اگر ہر فرد جماعت

سچ کی پابندی

اختیار کرے۔ عورتیں بچوں کو سچ بولنا سکھائیں۔ بہنیں بھائیوں کو۔ بھائی بہنوں کو اور باپ بیٹوں کو۔ اور چاہے کسی عزیز ترین رشتہ دار کے متعلق سچی گواہی دینی پڑے۔ اس میں دریغ نہ کریں۔ تو اس کے نتائج نہایت شاندار ہوں گے۔ مگر میں نے دیکھا ہے۔ لوگ لبید ترین واقف کے لئے بھی جھوٹ بولنے میں تامل نہیں کرتے۔ میرا تجربہ یہی ہے۔ کہ ہماری جماعت میں دوسروں کی نسبت سچائی بہت زیادہ ہے۔ اور فیصلوں میں بالعموم وہ دقتیں پیش نہیں آتیں۔ جو دوسرے لوگوں کے معاملات میں آتی ہیں۔ مگر پھر بھی بعض لوگ ایسے ہیں۔ جو جھوٹ بول لیتے ہیں۔ لیکن ایک نقص ہماری جماعت میں بہت عام ہے۔ اور وہ

بدظنی

ہے۔ میں نے دیکھا ہے۔ ہر شخص یہی کہتا ہے۔ کہ جی قاضی نے عمداً غلط فیصلہ کیا۔ حالانکہ میں نے سو فی صدی اس بات کو غلط پایا ہے۔ کہ جان بوجھ کر کسی قاضی نے بددیانتی کی ہو۔ مگر مجھے کوئی فیصلہ کرانے والا شاید ہی ایسا ملا ہو۔ جس نے یہ نہ کہا ہو۔ کہ قاضی نے بددیانتی کی ہے۔ یا رعایت کی ہے۔ یا توجہ نہیں کی۔ یہ سب الفاظ قریباً ہم معنی ہیں۔ مگر میرے تجربہ میں یہی آیا ہے۔ کہ یہ بات غلط ہوتی ہے۔ میں نے دیکھا ہے۔ قاضیوں کے فیصلے غلط بھی ہوئے ہیں۔ بعض نے گواہی پوری نہیں لی ہوتی۔ یا ایسی جرح ہونے دی ہے۔ جو نہیں چاہیئے تھی۔ مگر یہ سب باتیں

عام حالات کے ماتحت

تھیں۔ یہ میں نے نہیں دیکھا۔ کہ جان بوجھ کر کسی نے کوئی بددیانتی کی ہو۔ میں یہ بھی نہیں کہتا۔ کہ کبھی کسی قاضی نے کوئی حرکت بددیانتی سے نہیں کی ہوگی۔ ممکن ہے کی ہو۔ مگر وہ ایسی ہی ہوگی۔ جو مجھے نظر نہیں آئی۔ انسان کمزور ہے۔ کمزوریاں بھی سرزد ہوئی ہوں گی۔ مگر وہ ایسی باریک کہ ان کا پکڑنا مشکل ہے۔ تو

بیشتر حصہ جماعت کا سچ ہی بولنے والا ہے

مگر کئی لوگ ایسے بھی میں نے دیکھے ہیں۔ جو جھوٹ بول لیتے ہیں۔ اور سچی بات ان کے مُنہ سے اسی طرح نکالنی پڑتی ہے۔ جس طرح شیر کے مُنہ میں سے گوشت کا لوتھڑا۔ جس میں ہاتھ بھی زخمی ہو جائیں۔ وہ چبا چبا کر بات کریں گے۔ اور پھر جرح پر کوئی بات بتائیں۔ تو بتائیں گے۔ اور پھر جب دریافت کیا جائے۔ کہ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ تو کہیں گے۔ کہ جی خیال نہیں کیا تھا۔ دھیان نہیں تھا۔ ان کے مُنہ سے سچی بات کہلوانا ایسا ہی مشکل ہوتا ہے۔ جیسا شیر کے مُنہ سے گوشت کا لوتھڑا نکالنا۔ مگر بیشتر حصہ سچ بولنے والا ہے۔ گو وہ بھی سچائی کے اس معیار پر نہیں۔ جو قرآن کریم قائم کرنا چاہتا ہے۔ مگر نسبتاً دوسروں سے اچھے ہیں۔ لیکن یاد رکھیں۔ کہ جب تک وہ

سچائی کا کامل معیار

اختیار نہیں کرتے۔ دوسروں پر ان کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ سچائی کے قیام کے لئے پہلے خود مثال قائم کرنی چاہیئے۔ جو ماں بچہ کے سامنے خود جھوٹ بولتی ہے۔ اسکی نصیحت کا بچہ پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ بعض مائیں بچوں کو ایسی تعلیم دیتی ہیں۔ جو جھوٹ ہو۔ مثلاً کہہ دیا کہو اماں گھر نہیں ہیں۔ یا ہاتھ سے روپوؤں کی پوٹلی باندھتی جاتی ہے۔ اور بچہ سے کہتی جاتی ہے۔ کہ کہدو ہمارے ہاں روپیہ نہیں ہے۔ اس کا بچہ سچ بولنا کبھی نہیں سیکھ سکتا۔ پس سچائی کی تعلیم دینے کے لئے خود بھی سچ اختیار کرنا ضروری ہے۔ مذہبی مسائل میں بھی یہی طریق اختیار کرنا چاہیئے۔ مجھے آج یہ بات بیان کرنے کا خیال

"الفضل" میں مولوی غلام حسن خانصاحب پشاوری کا مضمون

پڑھ کر ہوا۔ میں نے دیکھا ہے۔ ان کے مضمون میں ایک بے ساختہ پن ہے۔ وہ صاف کہتے ہیں۔ کہ مجھ سے ایک غلطی ہوئی۔ مگر جب مجھے پتہ لگ گیا۔ میں نے اصلاح کر لی۔ لیکن ان کے مقابل پر مولوی محمد علی صاحب بھی مضامین لکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ نہیں آپ کو غلطی نہیں لگی تھی۔ حالانکہ مولوی غلام حسن خاں صاحب کی پوزیشن بالکل مضبوط ہے۔ انہوں نے ایک وقت بیعت نہیں کی تھی۔ اور دوسرے وقت کر لی۔ اور جو شخص یہ مان لے۔ کہ پہلے میں غلطی پر تھا۔ اس پر اعتراض کیا ہو سکتا ہے۔ مگر

مولوی محمد علی صاحب

برابر اعتراض کرتے جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اتنی جلدی تبدیلی آپ کے اندر کیونکر پیدا ہو گئی۔ وہ اس بیعت پر بدظنی کر رہے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ اس میں شائد ان کا کوئی فائدہ ہے۔ حالانکہ اگر بیعت کر لینے میں کوئی فائدہ نظر آتا۔ تو وہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی بیعت کیوں نہ کر لیتے۔ پہلے میرا خیال تھا۔ کہ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کی بیعت کی ہوئی تھی۔ سندھ کے سفر میں بھی کسی دوست نے پوچھا تھا۔ تو میں نے کہا تھا۔ کہ میرا خیال ہے۔ کی ہوئی تھی۔ مگر آج ان کے مضمون سے پتہ لگا ہے۔ کہ نہیں کی تھی۔ مولوی غلام حسن خاں صاحب نے مولوی محمد علی صاحب کو جواب دیا ہے۔ کہ آپ کو علم ہے۔ میں نے حضرت خلیفہ اولؓ کی بیعت بھی نہیں کی تھی۔ اگر میرے دل میں کوئی بددیانتی ہوتی۔ تو میں اسی وقت کیوں نہ بیعت کر لیتا۔ مگر میں نے اس وقت بھی دلیری سے کام لیا۔ اور نہ کی۔ لیکن اب کہ میں نے سمجھا۔ بیعت ضروری ہے۔ میں نے کر لی۔ اور میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ پہلے میں غلطی پر تھا۔ اب اس میں اعتراض کی بات ہی کونسی ہے۔ یا تو مولوی محمد علی صاحب یہ فیصلہ کر دیں۔ کہ انسان کبھی غلطی کر ہی نہیں سکتا۔ اور اگر کر سکتا ہے۔ تو اسکی اصلاح کونسا جرم ہے۔ اور ان کے مقابلہ میں خود مولوی محمد علی صاحب کی کیا پوزیشن ہے۔ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کی بیعت کی۔ اور ان کے احباب نے یہ اشتہار دیا۔ کہ یہ بیعت مطابق الوصیت ہے۔ مگر آج وہ خلافت کے منکر ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ الوصیت کسی ایک فرد کی خلافت کے خلاف ہے۔ لیکن یہ کہنے کی جرأت نہیں کرتے کہ ہم نے اس وقت

الوصیت کے مطابق خلافت

سمجھی تھی۔ مگر اب ہمیں معلوم ہو گیا ہے۔ کہ عقیدہ غلط تھا۔ اسی طرح وہ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تو آپ کو نبی اور رسول لکھتے رہے۔ عدالت میں حلفیہ بیان دیا۔ اور کہا۔ کہ میں خدا تعالےٰ کی قسم کھاتا ہوں۔ کہ حضرت مرزا صاحب نبی ہیں۔ اب کہہ رہے ہیں۔ کہ ہم لوگ تو شروع سے ہی آپ کو نبی نہیں مانتے تھے۔ حالانکہ اگر وہ مبہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے کام لیتے۔ تو ان کی پوزیشن بہت زیادہ مضبوط ہوتی۔ وہ کہہ سکتے تھے۔ کہ ہم پہلے ایسا سمجھتے تھے۔ اس لئے اس کا اظہار بھی کرتے تھے۔ مگر اب پتہ لگ گیا ہے۔ کہ وہ ہماری غلطی تھی۔ مگر وہ ایک واقعہ کا جو ہو چکا ہے۔ انکار کرتے ہیں۔ جس سے ان کی پوزیشن کس قدر خراب ہو جاتی ہے۔ ہم یہ معاملہ کسی

ثالث کے سامنے پیش کرنے کو تیار

ہیں۔ مذہبی مسائل میں تو ہم ثالثوں کے قائل نہیں۔ مگر یہ کوئی مذہبی سوال نہیں۔ بلکہ بعض عبارتوں کے مفہوم کا سوال ہے۔ اور اردو ادب سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے تیار ہیں۔ کہ ادیبوں سے اس بات کا فیصلہ کرا لیا جائے۔ ہم ان کی پہلی تحریریں ان کے سامنے پیش کر دیں گے۔ کہ ان کا پہلا عقیدہ یہ تھا۔ اور وہ کہہ دیں۔ کہ میں پہلے بھی نبی نہیں مانتا تھا۔ اس کے بالمقابل وہ کہتے ہیں۔ کہ میں پہلے نبی نہیں مانتا تھا۔ اب ماننے لگا ہوں۔ اس کے متعلق وہ بھی جو تحریریں چاہیں پیش کر دیں۔ اور میں ان کا جواب لکھ دوں گا۔ اور پھر فیصلہ کرا لیا جائے۔ کہ ان سب تحریروں کے مفہوم وہ صحیح ہیں۔ جو ہم پیش کرتے ہیں۔ یا جو وہ کہتے ہیں۔ اگر ثالث یہ فیصلہ کر دیں۔ کہ مولوی صاحب کا عقیدہ پہلے بھی وہی تھا۔ جو اب ہے۔ تو ہم مان لیں گے۔ کہ وہ صحیح کہتے ہیں۔ مگر میں جانتا ہوں۔ کہ وہ کبھی اس فیصلہ کی طرف نہیں آئیں گے۔ ان کی غرض ایسی باتوں سے صرف یہ ہے۔ کہ ان کے پہلے عقائد اور خیالات پر پردہ پڑ جائے۔ جیسے ملزم جب پکڑا جاتا ہے۔ تو وہ اپنے

جرم پر پردہ ڈالنے کی کوشش

کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ دشمنوں نے خواہ مخواہ مجھ پر الزام لگا دیا ہے۔ ان کی تحریریں موجود ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب نبی آخر الزمان ہیں۔ مجددین اور ان میں یہ فرق ہے۔ مگر آج کہتے ہیں۔ کہ میں نے کبھی یہ بات کہی ہی نہیں۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ اگر پہلے بھی آپ نبی نہ کہتے تھے۔ اور آپ کی تحریروں سے نبوت کا ثبوت نہیں ملتا۔ تو ان پر پردہ ڈالنے کی کوشش کیوں کرتے ہیں۔ اور یہ کیوں کہتے ہیں۔ کہ کسی کی تحریر یا قول کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ انہیں تو چاہیئے۔ کہ خود تحریک کر کے دوسروں کو ان کی طرف متوجہ کریں۔ وہ چونکہ جانتے ہیں۔ کہ لوگ ان تحریروں کو پڑھ کر ضرور متاثر ہوں گے۔ اس لئے کہتے جاتے ہیں۔ کہ زید یا بکر کے قول کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور وہ حجت نہیں ہو سکتا۔ جس کے صاف معنے یہ ہیں۔ کہ وہ اپنی کمزوری کو چھپاتے ہیں۔ مولوی غلام حسن خاں صاحب کے مضمون کو دیکھ کر صاف پتہ لگتا ہے۔ کہ انہوں نے سچائی کے ساتھ واقعہ بیان کر دیا ہے۔ جو اس قابل ہے۔ کہ اس پر اعتبار کیا جائے۔ لیکن مولوی محمد علی صاحب جو مضامین لکھتے ہیں۔ اور جس رنگ میں نبی ماننے یا نہ ماننے کا سوال پیش کرتے ہیں۔ اس میں ایک اخفا کا پہلو نظر آتا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ اس سوال کو جانے دو۔ کہ میں یا کوئی اور اس زمانہ میں کیا خیال کرتا تھا۔ حالانکہ یہ سوال نہایت اہم ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں آپ کے درجہ کے متعلق لوگوں کا کیا خیال تھا۔ ایک شخص تو غلطی کر سکتا ہے۔ دو کر سکتے ہیں۔ چار کر سکتے ہیں۔ مگر جو

مجموعی عقیدہ

اس زمانہ میں پھیلا ہوا تھا۔ اور جس کی اخبارات اشتہارات اور رسالوں میں اشاعت ہوتی رہتی تھی۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسکی تردید نہیں کرتے۔ تو یہ اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ آپ اس عقیدہ کو درست سمجھتے تھے۔ ورنہ کیوں اسکی تردید نہ فرماتے۔ یا اسی وقت جماعت میں جو لوگ بڑے تھے۔ انہوں نے اس کا رد کیوں نہ کیا۔ یہ باتیں

مولوی محمد علی صاحب کی پوزیشن

کو کمزور کرنے والی ہیں۔ سچائی ہی ہے۔ جو ہر میدان میں انسان کو کامیاب کرتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پہلے لکھا تھا۔ کہ مسیح ناصری زندہ ہے۔ مگر بعد میں وفات پیش کی اور جب لوگوں نے اعتراض کیا۔ تو آپ نے صاف طور پر فرما دیا۔ کہ وہ میری غلطی تھی۔ جب تک مجھے علم نہ تھا۔ میں وہی کہتا رہا۔ جو جمہور مسلمانوں کا عقیدہ تھا۔ مگر جب اللہ تعالےٰ نے مجھے حقیقت سے آگاہ کر دیا۔ تو میں نے اسے بیان کر دیا۔ اسی طرح پہلے آپ لکھتے رہے کہ میں نبی نہیں ہوں۔ مگر بعد میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ لوگوں نے اعتراض کیا۔ تو یہ نہیں فرمایا۔ کہ میرا تو پہلے بھی یہی مطلب تھا۔ کہ میں نبی ہوں۔ نہیں کا لفظ کاتب نے غلطی سے لکھ دیا۔ بلکہ سادگی سے اقرار کر لیا۔ کہ مسلمانوں کے پرانے عقیدہ کے مطابق میں اپنے آپ کو نبی نہیں سمجھتا تھا۔ مگر خدا تعالےٰ کی بارش کی طرح وحی نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہیں رہنے دیا۔ اسی طرح اگر مولوی محمد علی صاحب بھی یہی پوزیشن اختیار کرتے۔ تو ان پر بھی کوئی اعتراض نہ ہو سکتا۔ مگر وہ تو کہتے ہیں۔ کہ میں نے کبھی بھی حضرت مرزا صاحب کو نبی نہیں سمجھا۔ ایک طرف تو یہ لوگ ہم پر شرک کا الزام لگاتے ہیں۔ دوسری طرف ان کا یہ حال ہے۔ کہ نبیوں اور ماموروں کی طرف غلطی کا منسوب کرنا تو جائز سمجھتے ہیں۔ مگر اپنی صریح غلطی ماننے کے لئے تیار نہیں۔ حالانکہ صریح لکھے ہوئے حوالے موجود ہیں۔ ایسی واضح تحریروں سے انکار در اصل ان پر اللہ تعالیٰ کی گرفت ہے۔ ورنہ اگر یہ کہتے۔ کہ ہاں ہم نے نبی لکھا ہے۔ اور ضرور لکھا ہے۔ مگر وہ غلطی تھی۔ اب بات ہماری سمجھ میں آگئی ہے۔ تو ان کی بات معقول سمجھی جاتی۔ مگر ان کی موجودہ پوزیشن کو دیکھ کر تو ہر شخص یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ کہ وہ سچائی پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں۔

پس دینی اور دنیاوی ہر قسم کے معاملات میں

سچائی کو مقدم رکھنا

نہایت ضروری ہے۔ اور یہ بات ہر میدان میں انسان کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ ماں۔ باپ اور استادوں کو چاہیئے۔ کہ بچوں میں سچائی کی عادت پیدا کریں۔ اکثر بچے جھوٹ ماں باپ یا استاد سے ہی سیکھتے ہیں۔ دس فی صدی دوسروں سے اور نوے فی صدی ماں باپ یا استادوں سے سیکھتے ہیں۔ ہمسایہ لڑکوں سے بھی سیکھتے ہیں۔ مگر چونکہ ان کے لئے ان کے دلوں میں

ادب اور احترام

نہیں ہوتا۔ اس لئے ان کا اثر اتنا گہرا نہیں ہوتا۔ جتنا ماں باپ اور استادوں کا ہوتا ہے۔ صرف دس فی صدی مثالیں ایسی ملیں گی۔ کہ بچوں نے ہمسایہ بچوں سے جھوٹ سیکھا۔ یا نوکروں سے سیکھ لیا۔ ورنہ نوے فی صدی ماں باپ اور استادوں سے سیکھتے ہیں۔ جو ماں باپ ایسا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ کہ نقصان کے باوجود سچ بولتے ہیں۔ ان کے شریف الطبع بچے اکثر سچے ہوتے ہیں۔ اسی طرح استاد کا اثر بھی بہت ہوتا ہے۔ کیونکہ بچے کے دل میں ان تینوں کا احترام ہوتا ہے۔ غور کر کے دیکھ لو۔ ہر انسان جو حرکتیں کرتا ہے۔ ان میں سے اکثر ان کے ماں باپ یا استاد میں ہوں گی۔ اور اس نے ان کی نقل میں وہ حرکت اختیار کی ہو گی۔ بعض لوگ ایک خاص طرح کندھا ہلاتے ہیں۔ یا سر ہلاتے ہیں۔ یا ایسی ہی اور حرکات کے عادی ہوتے ہیں۔ اور اگر تحقیق کی جائے۔ تو یہ ثابت ہو گا۔ کہ یہ حرکات اکثر انہوں نے ماں باپ یا استاد کی نقل میں اختیار کی ہوں گی۔ بچہ بوجہ احترام ہمیشہ ان کی نقل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے۔ یہ بڑے ہیں۔ میں بھی ان کی نقل کر کے بڑا بن جاؤں گا۔ تو اگر ماں باپ اور استاد سچائی پر قائم ہو جائیں۔ تو نوے فی صدی سچ دنیا میں قائم ہو سکتا ہے۔ باقی صرف دس فی صدی جھوٹ رہ جائے گا۔ جو دوسرے ذرائع سے قائم ہوتا ہے۔ اور اس کا علاج بہت آسان ہے۔

پس میں جماعت کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ ایسی اخلاقی تبدیلی اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ جب محکمہ قضاء کے سامنے جواب دہی یا گواہی کے لئے کوئی پیش ہو۔ تو سچ سچ بات کہہ دے۔ مذہبی معاملات میں بھی یہی طریق اختیار کرنا چاہیئے۔ اگر کسی بات کا جواب ایک وقت نہیں آتا۔ تو بناوٹی جواب دینے کی کوشش نہ کرو۔ میں تو اسی طرح کرتا ہوں۔ ایک شخص نے ایک خط میرے سامنے پیش کیا۔ جو

غیر احمدی کے جنازہ کے متعلق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لکھا ہوا تھا۔ میں نے اسے دیکھ کر کہہ دیا۔ کہ اس وقت اس کا کوئی جواب میرے ذہن میں نہیں۔ آپ کے باقی حوالوں سے میں یہی سمجھتا ہوں کہ غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا منع ہے۔ مگر اس خط کا میں ابھی کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ کئی دفعہ مجھے چیلنج بھی دیا گیا۔ کہ اس کا جواب دو۔ مگر میں نے کبھی بناوٹی جواب دینے کی کوشش نہیں کی۔ میں نہیں سمجھتا۔ کہ اس میں ہتک کی کیا بات ہے۔ ممکن ہے یہ خط بعض مخصوص حالات میں لکھا گیا ہو۔ جو مجھے معلوم نہیں۔ مگر بہر حال دوسرے حوالے ایسے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ غیر احمدی کا جنازہ آپ جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اس خط کو دیکھ کر میں نے یہی کہا۔ کہ اس کا کوئی جواب میں نہیں دے سکتا۔ اور اس میں حرج ہی کیا ہے۔ کہ انسان سچی بات صاف صاف کہہ دے۔ ایک دفعہ لاہور میں دو شخص مجھ سے ملنے آئے۔ ایک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نے دریافت کیا۔ کہ آپ نے **کس مدرسہ میں تعلیم پائی ہے** اس کا مطلب دیوبند وغیرہ علمی مدارس سے تھا۔ میں نے کہا۔ کسی مدرسہ میں نہیں۔ اس نے کہا۔ کسی سے کوئی سند حاصل کی ہے۔ میں نے کہا۔ نہیں۔ پھر اس نے کہا۔ کہ کون کونسے علوم پڑھے ہیں۔ میں نے کہا۔ کوئی نہیں۔ اسکی غرض ان سوالات سے صرف یہ تھی۔ کہ ظاہر کرے۔ کہ یہ تو جاہل آدمی ہے۔ اس سے ہم کیا گفتگو کریں۔ میں اسے یہ جواب بھی دے سکتا تھا۔ کہ تمہیں ان سوالات کا کیا حق ہے۔ مگر وہ پوچھتا گیا۔ اور میں جواب دیتا گیا۔ دوست بیٹھے تھے۔ اور وہ ایسے سوالات کرنے سے اسے روکنا بھی چاہتے تھے۔ مگر میں نے کہا۔ نہیں پوچھنے دو۔ اس نے اپنے ساتھی سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ یہ تو خود مانتے ہیں۔ کہ جاہل ہیں۔ پھر ان سے کیا سوال کریں۔ میں نے کہا۔ کہ ایک سوال آپ نے نہیں کیا۔ وہ بات میں خود بتا دیتا ہوں۔ وہ کہنے لگے۔ کیا۔ میں نے کہا۔ میں انگریزی مدرسہ میں پڑھتا تھا۔ اور پرائمری میں بھی فیل ہوا۔ اور مڈل میں بھی۔ اور انٹرنس میں بھی۔ مگر ان سب باتوں کے باوجود میں ایک چیز پڑھا ہوا ہوں۔ میں نے وہ پڑھا ہے۔ جو محمد (صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم) نے پڑھا تھا۔ اور میں نے قرآن کریم پڑھا ہے۔ گو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا مقام اعلےٰ تھا۔ اور میرا ادنےٰ۔ بے شک میں نے دنیا کا کوئی علم نہیں پڑھا۔ مگر نہ پڑھنے کے باوجود میرا دعوےٰ ہے۔ کہ دنیا کا کوئی علم نہیں۔ کہ جس کے رو سے قرآن کریم یا اسلام پر اس کا کوئی بڑے سے بڑا ماہر کوئی اعتراض کرے۔ اور میں اس کا جواب نہ دے سکوں۔ یہ بات سنکر اس شخص کے ساتھی نے کہا۔ کہ میں نے تم کو اشارہ نہ کیا تھا۔ کہ ان کے جواب میں کوئی اور بات ہے۔ اور میں نے تمہیں پہلے منع کیا تھا۔ کہ یہ سوالات نہ کرو۔ بعض پیغامی بھی یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے ایل۔ ایل۔ بی ہیں۔ یہ کیا ہیں۔ مجھے اقرار ہے۔ کہ میرے پاس کوئی سند نہیں۔ مگر پھر بھی میرا یہ دعویٰ ہے۔ کہ مجھے قرآن کریم آتا ہے۔ جو چاہے۔ میرے اس دعویٰ کو پرکھ لے۔ میں نے کبھی کسی سے یہ نہیں کہا۔ کہ مجھے فلسفہ خوب آتا ہے۔ مجھ سے پڑھ لو۔ یا حساب بہت آتا ہے وہ پڑھ لو۔ ہاں یہ ضرور کہا ہے۔ کہ قرآن کریم مجھ سے ہی پڑھ سکتے ہو۔ اور میرا کسی اور علم کا ماہر نہ ہونا کوئی ہتک کی بات نہیں۔ ایک نجار اگر لوہار کا کام نہیں جانتا۔ تو اس میں اسکی کوئی ہتک نہیں۔ یا اگر ایک جولاہا نائی کا کام نہیں جانتا۔ تو اسے جاہل نہیں کہا جا سکتا۔ جو شخص جس فن کو جانتا ہے۔ اس کے علم کا امتحان اسی فن میں کیا جا سکتا ہے۔ اس سے باہر نہیں۔ پس میرے قرآن کریم کے سوا کسی علم میں ماہر نہ ہونے کو کوئی اگر جہالت قرار دیتا ہے۔ تو بڑے شوق سے دے۔ میرے لئے اس میں ہتک کی کوئی بات نہیں۔

لوگوں نے کوشش بھی کی ہے۔ کہ مجھ سے دعوے کرائیں۔ کہ

میں مصلح موعود ہوں

مگر میں نے کبھی اسکی ضرورت نہیں سمجھی۔ مخالف کہتے ہیں۔ آپ کے مرید آپ کو مصلح موعود کہتے ہیں۔ مگر آپ خود دعویٰ نہیں کرتے۔ مگر میں کہتا ہوں۔ کہ مجھے دعویٰ کی ضرورت کیا ہے۔ اگر میں مصلح موعود ہوں۔ تو میرے دعویٰ نہ کرنے سے میری پوزیشن میں کوئی فرق نہیں آ سکتا۔ جب میرا عقیدہ یہ ہے۔ کہ جو پیشگوئی غیر مامور کے متعلق ہو۔ اس کے لئے دعویٰ کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ تو پھر دعوے کی مجھے کیا ضرورت ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ریل کے متعلق پیشگوئی فرمائی تھی۔ کیا ضروری ہے۔ کہ ریل دعویٰ کرے۔ دجال کی پیشگوئی موجود ہے۔ مگر کیا دجال کا دعویٰ کرنا ضروری ہے۔ ہاں مامور کی پیشگوئی میں دعویٰ کی ضرورت ہوتی ہے۔ باقی غیر مامور کو تو خواہ پتہ بھی نہ ہو۔ کہ وہ پیشگوئی اسکی ذات میں پوری ہو گئی۔ کوئی ہرج کی بات نہیں۔

امتِ مسلمہ میں مجدّدین

کی جو فہرست حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دکھانے کے بعد شائع ہوئی ہے۔ ان میں سے کتنے ہیں۔ جنہوں نے دعویٰ کیا ہو۔ میں نے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سُنا ہے۔ کہ مجھے تو اورنگ زیب بھی اپنے زمانہ کا مجدد نظر آتا ہے۔ مگر کیا اس نے کوئی دعویٰ کیا۔ عمرؓ بن عبدالعزیز کو مجدد کہا جاتا ہے۔ کیا ان کا کوئی دعوے ہے۔ پس غیر مامور کے لئے دعویٰ ضروری نہیں۔ دعویٰ صرف مامورین کے متعلق پیشگوئیوں میں ضروری ہے۔ غیر مامور کے صرف کام کو دیکھنا چاہیئے۔ اگر کام پورا ہوتا نظر آ جائے۔ تو پھر اس کے دعویٰ کی کیا ضرورت ہے۔ اس صورت میں تو وہ انکار بھی کرتا جائے۔ تو ہم کہیں گے۔ کہ وہی اس پیشگوئی کا مصداق ہے۔ اگر عمرؓ بن عبدالعزیز مجدد ہونے سے انکار بھی کرتے۔ تو ہم کہہ سکتے تھے۔ کہ وہ اپنے زمانہ کے مجدد ہیں۔ کیونکہ مجدّد کے لئے کسی دعویٰ کی ضرورت نہیں۔ دعوے صرف ان مجددین کے لئے ضروری ہے۔ جو مامور ہوں۔ ہاں جو غیر مامور اپنے زمانہ میں گرتے ہوئے اسلام کو کھڑا کرے۔ دشمن کے حملوں کو توڑ دے۔ اسے چاہے پتہ بھی نہ ہو۔ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ مجدد ہے۔ ہاں مامور مجدد وہی ہو سکتا ہے۔ جو دعوے کرے۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا۔ پس میری طرف سے مصلح موعود ہونے کے دعویٰ کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور مخالفوں کی ایسی باتوں سے گھبراہٹ کی بھی ضرورت نہیں۔ اس میں کوئی ہتک کی بات نہیں۔ اصل عزت وہی ہوتی ہے۔ جو خدا تعالےٰ کی طرف سے ملتی ہے۔ چاہے دنیا کی نظروں میں انسان ذلیل سمجھا جائے۔ اگر وہ خدا تعالےٰ کے رستہ پر چلے۔ تو اسکی درگاہ میں وہ ضرور معزز ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص جھوٹ سے کام لے کر اپنے غلط دعوے کو ثابت بھی کر دے۔ اور اپنی چستی یا چالاکی سے لوگوں میں غلبہ بھی حاصل کرے۔ تو

خدا تعالیٰ کی درگاہ میں

وہ عزت حاصل نہیں کر سکتا۔ اور جسے خدا تعالےٰ کے دربار میں عزت حاصل نہیں۔ وہ خواہ ظاہری لحاظ سے کتنا معزز کیوں نہ سمجھا جائے۔ اس نے کچھ کھویا ہی ہے۔ حاصل نہیں کیا۔ اور آخر ایک دن وہ ذلیل ہو کر رہے گا۔

پس دینی و دنیوی کاموں میں ہمیشہ سچ کو اختیار کرو۔ جو شخص سچ کے لئے نقصان اٹھاتا ہے۔ وہ دراصل فائدہ میں رہتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جب آتھم کی پیشگوئی پر مخالفوں نے شور مچایا۔ کہ وہ پوری نہیں ہوئی۔ تو ایک دن نواب صاحب بہاولپور کے دربار میں بھی جو غالباً موجودہ نواب صاحب کے دادا تھے۔ اس موضوع پر باتیں ہونے لگیں۔ اور تمسخر اڑایا جانے لگا۔ کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ نواب صاحب کے پیر **حضرت غلام فرید صاحب چاچڑاں والے** بھی تشریف فرما تھے۔ وہ خاموش بیٹھے رہے۔ مگر کچھ عرصہ بعد نواب صاحب بھی اس گفتگو میں دخل دینے لگے۔ تو وہ جوش میں آ گئے۔ اور فرمانے لگے۔ کہ تم لوگوں کو شرم نہیں آتی۔ کہ ایک عیسائی کی تائید اور مسلمان کے خلاف باتیں کرتے ہو۔ تم لوگ کہتے ہو۔ کہ آتھم زندہ ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ وہ مر چکا ہے۔ اور مجھے تو وہ مردہ ہی نظر آتا ہے۔

پس جب کوئی شخص سچ کے لئے کھڑا ہو۔ تو ہر شریف انسان اسکی عزت کرے گا۔ اگر کمینے اسکی عزت کو نہ پہچانیں۔ تو یہ کوئی ہرج کی بات نہیں۔ پس کبھی کسی دشمن کے اعتراض سے ڈر کر حق نہ چھپاؤ۔ کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے۔ تو تم اپنی عزت قائم کرنا چاہو گے۔ اور خدا تعالےٰ اور رسول کی بے عزتی کرنے والے بنو گے۔ اور اس صورت میں تم ان کی دعاؤں کے مستحق نہیں بنو گے۔ بلکہ ان کی ناراضگی کے مورد ہو گے۔ پس سچ کو قائم کرو۔ کیونکہ جس دن تم اسے قائم کر لو گے۔ احمدیت کی شان اور اس کا مرتبہ بہت ہی بلند و بالا ہو جائیگا۔

خریدارانِ فاروق کو اطلاع

جیسا کہ گذشتہ اشاعتوں میں اطلاع دی جا چکی ہے۔ کہ جن خریدارانِ فاروق کا چندہ دسمبر ۳۹ء اور ۲۸ر جنوری و ۲۸ر فروری و ۲۸ر مارچ ۴۰ء کو ختم ہو چکا ہے۔ اور انہوں نے نہ بذریعہ منی آرڈر نہ بوساطت بیت المال نہ مجلس مشاورت پر چندہ ارسال کیا ہے۔ ان سب کے نام وی۔ پی کئے گئے ہیں۔ چونکہ بوجہ گرانی کاغذ و ازدیادِ چندہ فاروق روپیہ کی اشد ضرورت ہے۔ اسلیئے جن دوستوں کو وی۔ پی پہنچے۔ براہ مہربانی وصول فرما کر ثواب حاصل کریں۔ اور شکریہ کا موقعہ بخشیں۔ اگر کسی دوست نے وی۔ پی واپس کر دیا۔ تو مجبوراً پرچہ ان کے نام سے بند کرا دیا جائیگا۔ اور بقایا چندہ کی وصولی کا مطالبہ ان کے ذمہ رہے گا۔ جس کو ادا کرنا ان کا قومی اور اخلاقی فرض ہے۔ کاغذ اس قدر مہنگا ہو گیا ہے۔ کہ اخبار کے اخراجات پورے ہونے مشکل ہو رہے ہیں۔ کیونکہ چندہ تو وہی اڑھائی روپیہ سالانہ فاروق کا ہے۔ اور کاغذ کی قیمت دوگنی ہو گئی ہے۔ اس لئے اس قلیل چندہ پر فاروق بلا وصولی قیمت جاری نہیں رکھا جا سکتا۔ اطلاعاً عرض ہے۔

(مینیجر فاروق)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

احمدی مشن!

اسلام کا سچا شیدائی

خدا کا

پیارا مسیح موعود علیہ السلام

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے ٭ کوئی دیں دینِ محمد سا نہ پایا ہم نے
تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہتے کہتے ٭ ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے
آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند ٭ ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے
(مسیح موعود)

ہر حق پسند اور راست گو انسان اس بات کی علی الاعلان گواہی دے گا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے پہلے علماء اور علمائے اسلام کی کیا حالت تھی۔ ہر چہار اطراف سے اسلام پر دانت تیز کئے جا رہے تھے۔ عیسائی ہندو۔ سکھ۔ آریہ غرضیکہ جمیع اقوام عالم کی یہ زبردست خواہش تھی۔ کہ کسی نہ کسی طرح اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹا دیں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کو احیائے اسلام کے لئے مبعوث فرمایا۔ آپ نے اپنی تحریروں تقریروں کے ذریعہ معاندانِ اسلام کے وہ دانت کھٹے کئے۔ کہ کسی کو آئندہ اسلام پر آنکھ اٹھانے کی جرأت نہ رہی۔ آپ ہی وہ وجود پاک تھے۔ جس کے مقابل پر ڈاکٹر ڈوئی آف امریکہ و دیگر مولوی صاحبان کی شان و شوکت خاک میں مل گئی۔ ہاں صرف آپ ہی کا وجود تھا۔ جس کے ذریعہ آریہ قوم کے گھر گھر ماتم کی صفیں بچھ گئیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ سکھ قوم کے گورو بابا نانک رح جنہیں وہ اپنا ہم مذہب اور ہم خیال تصور کرتے تھے۔ کو مسلمان ثابت کر کے سکھ قوم کو ہدایت کا راستہ دکھایا۔ انہیں اب سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں۔ کہ داعی اسلام کی آواز پر لبیک کہیں۔ پس میں ان لوگوں سے جو آج اپنے آپ کو نمائندگان اسلام خیال کرتے ہیں۔ سوال کرتا ہوں۔ کہ ایک سچے

اور پاک مسلمان کے ایسے کارناموں کو دیکھ کر ہم اسے اسلام کا سچا ہمدرد اور اسکی صداقت کا سچا جذبہ اپنے اندر رکھنے والا انسان نہ کہیں تو اور کیا کہیں۔ لیکن کیا تمہارے نزدیک اسلام کا سچا شیدائی وہ ہوا کرتا ہے۔ جو قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف لوگوں کو مساجد میں عبادت کرنے سے روکے۔ یا ایک سچے مسلمان کو کافر کے نام سے موسوم کرے۔ اور کیا اسلام یہی تعلیم دیتا ہے۔ کہ شیعہ سنیوں کو اور سنی شیعوں کو علیٰ ہذا القیاس تمام فرقے ایک دوسرے کو کافر کہیں۔ کیا ایسی باتیں اسلام پر دھبہ نہیں لگاتیں۔ یہی تو وجہ تھی۔ کہ مسلمانوں کی پھوٹ کو دیکھتے ہوئے دوسرے مذاہب بھی اسی پر درندوں کی طرح حملہ کرنے لگے تھے۔ اور لومڑی ہوتے ہوئے شیر کے آگے سے شکار کے اٹھا لینے کی فکر میں تھے۔ عیسائی لوگ ہر قسم کے حیلے بہانوں اور جھوٹی باتوں کے ذریعہ عیسائیت کے بے ثبات اور فاسد الاصل شجر کے بونے میں کوشاں تھے۔ ہندوؤں میں بھی حد درجہ کی بیداری پیدا ہو گئی تھی۔ وہ بھی کاغذ کے پھولوں پر خوشبو لگا کر لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک رہے تھے۔ لیکن اگر اس وقت غافل تھے۔ تو مسلمان۔ اور اگر کسی قوم میں جھگڑا اور فساد تھا تو مسلمانوں میں۔ چنانچہ دشمنانِ اسلام کی کوششوں اور اہل اسلام کی ان خطرناک کوتاہیوں کو دیکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

بحکم الٰہی ترقی اسلام کے لئے پانچ شاخیں قائم کیں۔ جن کا ذکر مفصل طور پر رسالہ فتح اسلام میں کیا گیا ہے۔ اور وہ وہ براہین اور دلائل اسلام کی تائید میں پیش کئے کہ دشمنوں کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوئی۔ بلکہ خدا نے آپکو اپنی وحی میں فرمایا۔" میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ اور ایک دن آنے والا ہے۔ کہ دنیا تیرے نام کو بلند ہوتا ہوا دیکھ لے گی۔

پس (اے) طالبانِ حق و متلاشیانِ ہدایت! ذرا آنکھیں کھول کر تو دیکھو۔ کہ آج اس شیدائی اسلام کی آواز کس طرح دنیا کے گوشہ گوشہ میں گونج رہی ہے۔ کونسا وہ ملک ہے۔ جس میں تبلیغ اسلام کو سرانجام نہیں دیا جا رہا۔ ہاں یہ سب کچھ کیا تھا۔ صرف ایک کمزور سی آواز تھی۔ جو قادیان کی گمنام بستی میں سے نکلی۔ اور گورداسپور کے چھوٹے سے ضلع میں سے تمام ہندوستان کو عبور کرتے ہوئے کوہستان پار ممالک میں جا پہنچی۔ اے مسلمانوں تم بھی کہتے ہو۔ کہ ہم مسلمان ہیں۔ آل رسول ہیں۔ لیکن میں کہوں گا۔ کہ ایک شخص مسلمان کہلانے کا مستحق اسی وقت ہو سکتا ہے۔ جبکہ اس کے افعال اسے مسلمان کہیں۔ لیکن آج تم کوئی مشن بتاؤ۔ جو مسلمانوں کی طرف سے دنیا میں اعلائے کلمۃ الحق میں مصروف ہو۔ کیا تمہارے مسلمان ہونے کی صورت میں خدا تعالیٰ نے تمہارے اوپر فرض نہیں کیا۔ کہ تم بھی تبلیغ کرو۔ اور کیا ہر ایک کلمہ گو کا یہ فرض نہیں۔ کہ وہ حضرت رسول کریمؐ کی عزت کی خاطر اپنی جان۔ مال۔ عزت کی کوئی پروا نہ کرے۔ لیکن تم نے ان باتوں میں سے دین اسلام کو کیا مدد دی۔ صرف یہی کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو زندہ آسمان پر بٹھانے سے حضرت سرور کونین خاتم الانبیاء صلعم کی توہین کے موجب ٹھہرے۔ بتاؤ کہ تم میں سے کسی ایک کو بھی یہ محسوس ہوتا تھا۔ کہ حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر بٹھانے سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توہین اور توحید کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ لیکن اگر اس وقت کوئی فدائے رسول و فدائے دین تھا۔ تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی تھے۔ جنہوں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان کو تمام دنیا کے سامنے ارفع و اعلیٰ حیثیت میں پیش کیا۔ اور ان تمام اعتراضات کو جو اسلام پر معاندین کی طرف سے ہوا کرتے تھے۔ دور کیا اور حضور ہی کا وہ وجود مقدس تھا۔ جس نے

حاسدانِ اسلام کے مقابل اسلام کی طرف سے سینہ سپر ہونے والی ایک جماعت کھڑی کر دی اور آپ نے اس جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ کہ " اے خدا کی توحید کی منادی کرنے والی جماعت سن۔ کہ خدا تعالیٰ اسلام کے لئے کس قدر نمایاں کامیابی کا دن لائے گا۔ اور سچائی کی فتح ہو گی۔......

اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا۔ جو پہلے وقتوں میں آ چکا۔ اور وہ آفتاب پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا۔ جیسا کہ پہلے چڑھ چکا۔ لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے۔ کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے۔ جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں۔ اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں۔ اور اعزاز اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کر لیں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے۔ جس پر اسلام کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے۔" فتح اسلام تقطیع خورد صفحہ ۱۴-۱۵

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی حفاظت کا بیڑا اس وقت اٹھایا۔ جبکہ ہر مسلمان کہلانے والا اپنی حالت زار کا نہایت بھیانک منظر دنیا میں پیش کر رہا تھا۔ پس ایسی حالت میں حضرت صاحب کی اسلامی خدمات اور ان بے نظیر جذبات کو دیکھ کر جو آپ کی فطرت مقدسہ میں موجزن تھے۔ لوگوں کی نگاہ حضرت صاحب کی طرف اٹھی۔ اور وہ آپ کی طرف احیائے اسلام کے لئے حریصانہ نگاہیں اٹھانے لگے۔ جس کا عملی نمونہ مندرجہ ذیل عبارت سے حاصل ہوتا ہے۔

" واسطے دفع شبہات آریہ سماج اور برہمو سماج وغیرہ مخالفان دین اسلام کے اور واسطے ثبوت حقیقت دین اسلام کے کتاب براہین احمدیہ جناب مرزا غلام احمد صاحب متوطن قادیان ضلع گورداسپور کی ۳۰۰ دلیل قوی کے ساتھ لکھی جاتی ہے۔ اور اشتہار دیا گیا ہے۔ کہ جو کوئی مخالف دین اسلام کا ان دلائل کو توڑ دے۔ اس کو دس ہزار روپیہ انعام دیا جاویگا۔ خدا کرے وہ کتاب پوری ہو کر چھپ جاوے۔"
(حجۃ الہند صفحہ ۱۲۴)

چنانچہ خدا کے فضل اور اس کے منشاء کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ کتاب تھوڑا عرصہ بعد اس اشتہار کے شائع ہو گئی۔ اس کتاب کا شائع ہونا ہی تھا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کر دشمنوں کے گھروں میں شور پڑ گیا۔ اور وہ اپنی ناکامی اور نامرادی کا مُنہ دیکھنے لگے۔ آپ نے دشمنانِ اسلام کو وہ شکست فاش دی۔ کہ مسلمانانِ عالم پکار اٹھے۔ کہ ہاں واقعی ہم میں سے یہ واحد انسان ہے۔ جو اسلام کی خاطر اپنی جان و مال کے قربان کرنے میں دریغ نہیں کرتا۔ چنانچہ آپ کی فطرتِ قدسیہ میں سے حمیت دین کی آواز بلند ہوتی ہے۔ کہ "میں نے یہ عبارتیں پڑھی ہیں (حضور جنڈیالہ کے مسلمانوں کے مرسلہ خط جو مارٹن کلارک کی طرف سے تھا اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں) کہ کوئی ہے۔ ہمارا مقابلہ کرے۔ تو میری روح اسی وقت بول اٹھی۔ کہ ہاں میں ہوں۔ جس کے ہاتھ پر خدا مسلمانوں کو فتح دے گا۔ اور سچائی کو ظاہر کرے گا۔ وہ حق جو مجھ کو ملا ہے۔ اور وہ آفتاب جس نے ہم میں طلوع کیا ہے۔ وہ اب پوشیدہ رہنا نہیں چاہتا۔ .... اس عاجز کا حال آپ پر مخفی نہیں۔ کہ آپ صاحبوں کے مقابلہ کے لئے دس برس کا پیاسا ہے۔ اور کئی ہزار خط اردو انگریزی میں اسی پیاس کے جوش سے آپ جیسے معزز پادری صاحبان کی خدمت میں روانہ کر چکا ہوں ..... پورے دس سال سے میدان میں کھڑا ہوں۔ جنڈیالہ میں میری دانست میں ایک بھی نہیں۔ جو میدان کا سپاہی تصور کیا جائے۔ اس لئے باادب مکلف ہوں۔ اگر یہ امر مطلوب ہے۔ کہ یہ روز کے قصے طے ہو جاویں۔ اور جس مذہب کے ساتھ خدا ہے۔ اور جو لوگ سچے خدا کے ساتھ ایمان لا رہے ہیں۔ ان کے کچھ امتیازی انوار ظاہر ہوں۔ تو اس عاجز سے مقابلہ کیا جاوے"۔ حجۃ الاسلام صفحہ ۳۰، ۳۱ تقطیع خورد۔

پس اے وے لوگو جو نیک فطرت رکھتے ہو۔ میں تم سے پوچھتا ہوں۔ کہ بتاؤ ایک ایسا انسان جس نے اپنا ذرہ ذرہ دین اسلام پر قربان کیا۔ اور لوگوں کی طعن و تشنیع کی پرواہ نہ کرتے ہوئے براہین ساطعہ و قاطعہ سے مذہب اسلام کو دنیا میں دوبارہ تازہ کیا۔ اسی طرح کہ جس طرح حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور آپ کے صحابہؓ نے اس دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ وہ سچا شیدائی اسلام نہیں تو اور کیا ہے۔

حضور دنیا سے جاتے وقت بھی اپنے پیروؤں کو وصیت یہی فرماتے ہیں۔ کہ یاد رکھو۔ کہ اسلام کا پرچم تمام مذاہب باطلہ سے بلند رہے۔ حتیٰ کہ تمہاری کوشش اور تمہاری سعییں ایک ایسا دن لائیں۔ جو اسلام اور خدا کی توحید کی چمکار کا دن ہو۔ اور تمام بھولے بھٹکے لوگ اسلام کے نور سے منور ہو کر اپنے خالق حقیقی کے ساتھ رشتہ محبت جوڑ لیں۔ ایک ہی پیشوا ہو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک ہی دین اسلام اور خدا کے مقابل دوسرا کوئی شریک نہ ہو۔ جب تم ان سب امور کو اپنے مدنظر رکھو گے۔ اور اسلام اور خدا کی توحید پھیلانے میں کوشاں رہو گے۔ تو واقعی خدا زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا خدا تم پر اپنی رحمتوں اور اپنی برکتوں کے دروازے کھول دے گا۔ اور تم ہی ایک ایسی قوم ہو گے۔ جس کے سامنے دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی مقابلہ کرنے سے عاجز ہو گی۔ پس ہوشیار ہو جاؤ۔ اور اپنے دلوں کو اسلام کی خاطر جوش میں لاؤ۔ اور اسلام کے پھیلانے میں دن رات ایک کر دو۔ "سو اے ذی مقدرت لوگو۔ میں یہ پیغام آپ لوگوں تک پہنچا دیتا ہوں۔ ...... اس کے سارے پہلوؤں کو بہ نظر غور دیکھ کر بہت جلد حق خدمت ادا کرنا چاہیئے .... اور تم اے میرے عزیزو! میرے پیارو۔ میرے درختِ وجود کی سرسبز شاخو! جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے جو تم پر ہے۔ میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو۔ اور اپنی زندگی۔ اپنا آرام۔ اپنا مال اس راہ میں فدا کر رہے ہو۔ اگرچہ میں جانتا ہوں۔ کہ میں جو کچھ کہوں۔ تم اسے قبول کرنا اپنی سعادت سمجھو گے۔ اور جہاں تک تمہاری طاقت ہے۔ دریغ نہیں کرو گے۔ (فتح اسلام تقطیع خورد صفحہ ۴۴، ۴۵)

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

خورشید احمد شاد بی۔ اے پٹیالوی قادیان دارالامان

چین کا ہفتہ

حالاتِ چین

(فاروق کے نامہ نگار خصوصی مقیم چین کی چٹھی)

گذشتہ مضمون کے آخر میں یہ ذکر کیا گیا تھا۔ سنہ ۱۹۳۱ء میں جاپان نے منچوریا پر قبضہ کر لیا۔ آج کی فرصت میں منچوریا سے متعلقہ کچھ حالات اور ان حالات کے نتیجہ میں پیدا شدہ واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔

منچوریا دنیا کے زرخیز ترین علاقوں میں سے ایک ہے۔ جس کا رقبہ ۵۰۳۰۰۰ مربع میل ہے۔ تمام چین میں اسی علاقہ میں ریلوے کا اکثر حصہ تھا۔ سنہ ۱۹۳۱ء سے پیشتر منچوریا باقاعدہ طور پر چین کا ایک حصہ تھا۔ لیکن بدقسمتی سے سنہ ۱۹۲۶ء سے پیشتر اس کے حاکم ہمیشہ ہی مرکزی چین سے برسرپیکار رہے۔ منچوریا کا قدرتی محل وقوع ایسا ہے۔ کہ ایک طرف روس کی سرحد ملتی ہے۔ اور دوسری طرف سمندر ہے۔ روس خشکی کے رستہ اور جاپان سمندر کے رستہ حسب موقعہ اس پر حملہ آور ہو سکتے تھے۔ چنانچہ سنہ ۱۹۳۱ء میں جاپان نے حملہ کر کے قبضہ کر لیا۔ اور یہی منچوریا چین کی آزادی کے لئے مشکلات پیدا کرنے کا ذریعہ بن گیا۔

اس سے بہت پہلے سنہ ۱۸۹۴ء میں جب جاپان نے فارموسا پر قبضہ کیا تھا۔ اس وقت جاپان نے یہ بھی مطالبہ کیا تھا۔ کہ منچوریا سے ملحقہ علاقہ کوانٹُنگ جاپانیوں کو تجارتی اغراض کے لئے دیا جاوے۔ اور علاقہ حاصل کر لیا۔ اس پر روس اور جاپان میں جذباتِ رقابت بھڑک اٹھے۔ جرمنی۔ فرانس اور روس نے جاپان پر زور دیا۔ کہ یہ علاقہ چین کو واپس ملنا چاہیئے۔ جاپان نے چند وجوہات کے پیش نظر یہ علاقہ واپس کر دیا۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد مذکورہ تینوں ممالک نے اتفاق کر کے یہی علاقہ روس کو دلوا دیا۔ یہ امر جاپان کے لئے انتہائی حیرت کا موجب ہوا۔

اس وقت چینی گورنمنٹ کے ذمے بہت سے غیر ملکی قرض تھے۔ جس کا ادا کرنا مالی کمزوری کی وجہ سے ناممکن تھا۔ اسکی ادائیگی کے لئے روس اور فرانس نے مل کر چین کو قرض دیا۔ جس میں سے کچھ حصہ تو جاپان کا قرض واپس دے دیا گیا۔ اور باقی سرمایہ سے روس اور چین نے مشترکہ ایک بنک کھولا۔ اور اس بنک کی آمد سے منچوریا میں ریلوے بنانے کی تجاویز ہونا شروع ہوئیں۔ انہی ایام میں روس اور چین کے مابین ایک خفیہ معاہدہ جاپان کے خلاف ہوا۔ جس کا مقصد یہ تھا۔ کہ چین سے جاپانی فوائد کی بیخ کنی کی جائے۔ منچوریا میں روس کے سرمایہ سے چینی ایسٹرن ریلوے تیار کی گئی۔ برائے نام چین کا حصہ بھی رکھا گیا۔ لیکن حقیقتاً کلی طور پر روسی قبضہ تھا۔ یہ ریلوے منچولی سے لے کر ولاڈی واسٹک جو بحرالکاہل کے ساحل پر روسی بندرگاہ ہے۔ تک چلتی تھی۔ اس ریلوے سے روس کو دو اہم فائدے ہوئے۔ (۱) یہ ریلوے سائبیرین ریلوے کے عین متوازی چلتی تھی۔ اور ولاڈی واسٹک تک سفر کرنے میں کئی دنوں کی بچت ہو جاتی تھی۔ (۲) اس ریلوے کے ذریعہ منچوریا میں ایک قلیل عرصہ میں روسی اپنی فوجوں کو لا سکتے تھے۔

جاپانی گورنمنٹ یہ سب کچھ دیکھ رہی ہے۔ آخر سنہ ۱۹۰۵ء میں جاپان نے ہرچہ بادا باد۔ کوریا پر حملہ کر کے روس کو شکست فاش دی اور ساتھ ہی کوانٹُنگ کا علاقہ (جو سنہ ۱۸۹۵ء میں جرمنی اور فرانس نے مل کر روس کو دلا دیا تھا) واپس لے لیا۔ اور یہی علاقہ بعد میں جاپان کو منچوریا پر قبضہ کرنے میں معاون ثابت ہوا۔ ساتھ ہی منچورین ایسٹرن ریلوے کے بیشتر حصہ پر جاپان قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ جس کا نام ساؤتھ منچورین ریلوے رکھا گیا۔ اس ریلوے کو جاپانیوں نے اور لمبا کر دیا۔ جاپان نے کوانٹُنگ کے علاقہ میں اپنی بہت بڑی فوج مقیم کر دی۔ اس طرح منچوریا میں روس کے اثرات زائل ہو گئے۔ اور جاپانی فوائد اقتدار حاصل کر گئے۔ سنہ ۱۹۱۳ء تا سنہ ۱۹۲۶ء منچوریا کا حاکم ایک نہایت ہی زبردست War Lord تھا۔ وہ ایک گڈریئے سے ملک کا والی بنا تھا۔ جاپانی اسکو خریدنے میں کامیاب ہو گئے۔ اور منچوریا کو اور چینی گورنمنٹ کو کمزور کرنے کے لئے مذکورہ War Lord کی چینی گورنمنٹ سے لڑائی شروع کرا دی۔ لڑائی میں چانگ تا (؟) مذکور حاکمِ منچوریا کو شکست ہوئی۔ جب واپس اپنے دارالخلافہ کی طرف اپنی سپیشل گاڑی میں جا رہا تھا۔ کہ اسکی گاڑی کو بذریعہ بم اڑا دیا گیا۔ چینی کہتے ہیں۔ کہ یہ جاپانیوں کا کارنامہ تھا۔ اور جاپانی چینیوں کو ملزم قرار دیتے ہیں۔ اسکی وفات کے بعد اس کا لڑکا ینگ مارشل چانگ منچوریا کا حاکم ہوا۔ جس کے متعلق فاروق میں کافی لکھا جا چکا ہے۔ ینگ مارشل نے سنہ ۱۹۲۶ء میں عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی مرکزی گورنمنٹ چین سے تعاون کر لیا۔ جاپانیوں کے لئے یہ ایک ناکامی تھی۔ جس کی تاب بھلا وہ کہاں لا سکتے۔

موقعہ کی تلاش میں رہا ہے۔ سنہ ۱۹۳۱ء میں جبکہ ینگ مارشل ٹانکن میں بیمار تھا۔ جاپانی افواج نے مکڈن دارالخلافہ منچوریا پر حملہ کر کے منچوریا کی فوجوں کو پسپا کر دیا۔ اور چند ہفتوں میں ہی منچوریا کو فتح کر کے وہاں حکومت قائم کر دی۔ لیگ آف نیشنز نے جاپان سے بازپرس کی۔ تو جاپان نے اسکی ممبری سے علیحدگی اختیار کرنے کا اعلان کر دیا۔

ینگ مارشل چانگ مع اپنی کچھ فوج کے بیماری کے بعد جنرل چیانگ کا شک کے پاس آگیا۔ اور اپنی خدمات اس کے پاس پیش کر دیں۔

جنرل چیانگ کا شک ان دنوں کمونسٹوں کے خلاف لڑ رہا تھا۔ اسلئے منچوریا کی طرف توجہ کرنا مشکل تھا۔ ینگ مارشل کی افواج کو کمونسٹوں کی سرکوبی کے لئے صوبہ شانسی میں بھیجا گیا۔ وہاں کمونسٹوں نے ان کو یہ کہکر کہ آپ تو جنرل چیانگ کا شک کے پاس اسلئے آئے تھے۔ کہ منچوریا کو واپس لینے میں مدد کی جائے۔ لیکن وہ آپ کو چین کی خانہ جنگی میں لگا کر الٹا کمزور کر رہا ہے۔ ساتھ ملا لیا۔ اس لئے آپ ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں۔ چنانچہ ینگ مارشل چانگ کی افواج کمونسٹوں کے ساتھ مل گئیں۔ ینگ مارشل ان کو درست کرنے کے لئے خود شانسی گیا۔ تو خود بھی کسی حد تک کمونسٹوں کے خیالات سے متاثر ہو گیا۔ اگرچہ وہ جنرل چیانگ کا شک کی مخالفت نہ کرتا تھا۔ آخر اسی دوران میں واقعہ سیان پیش آیا۔ جس کا ذکر آئندہ کیا جائے گا۔

فاروق کے دس خریداروں کیلئے خاص رعایت

دو دوستوں نے دس روپیہ فاروق کو عطا فرمائے ہیں۔ کہ اس روپیہ سے کسی غریب اور شائق احمدی بھائی کے نام فاروق جاری کر دیا جائے۔ لہذا میں دس ایسے احباب کو یہ رعایت دیتا ہوں۔ کہ وہ صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کر کے ایک سال تک اخبار فاروق جاری کرا لیں۔ ان کو اختیار ہے۔ کہ چاہے وہ جنوری سنہ ۴۰ء سے اخبار کی خریداری منظور کریں یا اپریل سنہ ۴۰ء سے۔ جو جنوری سنہ ۴۰ء سے خریداری کریں۔ ان کو سال بھر کا مکمل فائل مل جائیگا جس میں حضرت

دیانندی مشن!

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گذشتہ ایک مضمون میں یہ ثابت کر چکا ہوں۔ کہ پنڈت دیانند جی نے ویدوں کو صرف اس لئے اپنایا تھا۔ کہ وہ ویدوں کے نام پر جاہل اور ان پڑھ آریہ ہندوؤں کو اپنے دام میں پھنسا سکیں۔ چنانچہ آریہ خود یہ تحریر کر رہے ہیں۔ کہ "سوامی دیانند نے آریہ سماج کی بنیاد ڈالی۔ سوامی دیانند بڑے دُور اندیش تھے۔ انہوں نے دیکھا۔ تعلیم یافتہ پارٹی جو عیسائیت پر لٹو ہو رہی ہے۔ ہندو سدھانتوں کی فلاسفی سُننے کے لئے تیار نہیں۔ ان پر عیسائیت کا ایسا رنگ چڑھ گیا ہے۔ جسے اتارنے کے لئے ہندو اصولوں کا صابن کامیاب نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے وقت اور موقعہ کا خوب مطالعہ کیا۔ اور جن سدھانتوں کا عیسائی لوگ کھلے بندوں کھنڈن کرتے تھے۔ اور ہندو کلچر کو بنانے والے پرانوں کو گپیں کہہ کر ان پر مذاق اڑایا کرتے تھے۔ ان کا اپنے منہ سے زبردست کھنڈن کرنے لگے۔ آپ بخوبی سمجھتے تھے۔ کہ انگریزی پڑھے لکھے ویدوں کو پڑھنا تو کجا۔ اس کی شکل دیکھنے سے بھی محروم ہیں۔ اسلئے ویدوں کے نام پر انہیں جو کچھ بتایا جائے گا۔ یہ سر تسلیم خم کریں گے۔ اس لئے آپ نے اپنے سدھانتوں کو صرف ویدوں پر مبنی بتایا۔ اور پرانوں۔ اُنہاسوں اور سمرتیوں وغیرہ لٹریچر کو وید ورودھ بتا کر اسے پس پشت ڈال دیا۔"

آریہ گزٹ لاہور ۵ ستمبر ۱۹۳۱ء صفحہ ۶ کالم ۱، ۲

مذکورہ بالا حوالہ آریہ سماج کی موت کا شاہد ناطق کا حکم رکھتا ہے۔ اور صاف بتا رہا ہے۔ کہ سوامی دیانند جی مہاراج نے ویدوں کو محض اسلئے اپنایا تھا۔ کہ لوگوں کو ویدوں کے نام پر اپنے دام میں پھنسا سکیں۔ آپ نے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کیا کیا کارنامے کئے۔ ان کا کچھ نمونہ مذکورہ بالا حوالہ سے بخوبی معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اسی میں آریہ سماج یہ مانتا ہے۔ کہ تعلیم یافتہ ہندو ہندو فلاسفی کو سُننے کے لئے ہرگز ہرگز تیار نہ تھے۔ کیونکہ ہندو اصول عیسائیت کے مقابلہ سے عاجز ثابت ہو چکے تھے۔ عیسائی لوگ جن ہندو سدھانتوں کی مخالفت کرتے تھے۔ سوامی دیانند جی خود ان اصولوں کی مخالفت میں زور شور سے لگ گئے۔ آپ یہ مان چکے تھے۔ کہ پرانوں نے ہندو کلچر کو بنایا ہے۔ باوجود اس حقیقت کا اقرار کرنے کے پرانوں کی محض اسلئے مخالفت کی۔ کہ عیسائیت سے شکست کھا چکے تھے۔ اور ویدوں کو صرف اس لئے اپنی بنیاد قرار دیا۔ تاکہ جاہل اور ان پڑھ ہندوؤں کو گمراہ کر سکیں۔ ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیّاد آگیا!

اگر دیانند جی کی دور اندیشی کا یہی تقاضا تھا کہ آپ ویدک دھرم کو ہی تلانجلی دے کر نئی جماعت پیدا کریں۔ تو یہ درست اور بجا ہے۔ کیونکہ موجودہ زمانہ میں ویدک دھرم پر عمل کرنا ناممکن ہے۔

اب میں یہ بتاتا ہوں۔ کہ وید کیا کہتا ہے۔ اور چودھویں صدی کے مہرشی اور آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند جی کیا گُل کھلاتے ہیں۔ اور کس طرح ویدوں کا جامہ پہن کر ویدوں پر اگھات کرتے ہیں۔

آریہ سماج :۔ پران گپیں ہیں۔ وید بھگوان :۔ رگوید۔ سام چھند۔ یجروید کے ساتھ پوران پرماتما سے بنے ہیں۔ اور یہ سب وید دھیولوک میں اشیرت ہیں۔ پوتر اتھرو وید کانڈ ۱۱ سوکت ۷ منتر ۲۴۔ آریہ سماج ابھی تک دکھلاوے کے لئے وید کو ایشوری گیان مانتا ہے۔ اس لئے آریہ سماج کا یہ فرض ہے۔ کہ جب آریہ سماج وید کو ایشوری گیان مانتا ہے۔ پورانوں کو بھی ایشوری گیان مان لیں۔ لیکن آریہ سماج کا وید کو ایشوری گیان کہنا اور وید کی بتائی ہوئی تعلیم کا کھنڈن کرنا عجیب و غریب ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے۔ کہ پورانوں کو بھی ایشوری گیان کے حکم کے انوسار ایشوری مان لیں۔ یا صاف لفظوں میں ویدوں کو بھی تلانجلی دے دیں۔ تاکہ صداقت شعار ثابت ہو سکیں۔ ورنہ دنیا یہ کہنے میں بالکل حق بجانب ہے۔ کہ آریوں نے صرف لوگوں کو اپنے دام میں پھنسانے کے لئے ویدوں کی پناہ لی ہوئی ہے۔ لیکن فی الحقیقت آریہ ویدوں کو مانتے ہیں۔ اور نہ ویدک دھرم قابل عمل جانتے ہیں۔ اور سب سے پہلے ہندو کلچر کو بنانے والے پورانوں پر ہاتھ صاف کیا۔ اور بغیر کسی دلیل کے پورانوں کو پس پشت ڈال دیا۔ کیا آریہ سماجی منتر یہ وجہ بتانے کی تکلیف کو گوارا کریں گے۔ یہ کہاں کی عقلمندی ہے۔ کہ پرائے شگون میں اپنی ناک کٹوا لی جائے۔

آریہ سماج :۔ ایشور کو تینوں زمانوں کا جاننے والا کہنا پرلے درجے کی جہالت ہے ستیارتھ پرکاش جیسے کپڑا بنانے سے پہلے جلاہا۔ روئی کا سوت اور نلی وغیرہ موجود ہوں۔ تو کپڑا بُنا جاتا ہے۔ اسی طرح پیدائش عالم سے پیشتر پرمیشور۔ پرکرتی۔ کال اور آکاش اور جیو جو ازلی ہیں۔ موجود ہوتے ہیں۔ ان سے دنیا کی پیدائش ہوتی ہے۔ اگر ان میں سے ایک بھی نہ ہو۔ تو دنیا بھی پیدا نہ ہو۔ ستیارتھ پرکاش باب ۸ صفحہ ۳۲۵۔ جو قدرتی اصول ہیں۔ مثلاً آگ گرم۔ پانی ٹھنڈا اور مٹی وغیرہ تمام غیر شعور ہیں۔ ان کی طبعی صفت کو پرمیشور بھی نہیں پلٹ سکتا۔ ستیارتھ پرکاش باب ۸ صفحہ ۳۲۲۔

مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ ایشور کو تینوں زمانوں کا علم نہیں ہے۔ اگر روح اور مادہ وغیرہ نہ ہوں۔ تو ایشور کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔ کیونکہ وہ روح و مادہ کا محتاج ہے۔ اور ان کے بغیر وہ دنیا کے بنانے سے عاجز و لاچار ہے۔ اور وہ اتنا کمزور اور نامرد ہے۔ کہ وہ اپنی بنائی ہوئی اشیاء کی گرمی اور سردی کو دور کرنے سے قاصر ہے۔ ناظرین آپ آریہ سماجی لٹریچر کو پڑھ کر یہ نہ جان لیں۔ کہ وید فی الحقیقت ایسی گندی اور نکمی تعلیم دیتا ہے۔ بلکہ وید بھگوان ایسی تعلیموں سے بالکل پاک و صاف ہے۔

وید بھگوان اور ویدک دھرم :۔ اے انسانو! جو جگت کی پیدائش سے پہلے کل روشن اجسام کی پیدائش گاہ اور سہارا تھا۔ اور جو کچھ پیدا ہوا ہے۔ ہوا تھا۔ اور ہو گا۔ اس کا مالک تھا

جناب شیخ محمود احمد صاحب عرفانی ایڈیٹر الحکم تحریر فرماتے ہیں:۔

"مجھے طبیہ عجائب گھر قادیان کو بارہا دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اور میں پورے انشراح صدر کے ساتھ ہر دوست کو یہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ وہ اسکی دیانت صفائی اور ایمان داری پر کامل اعتماد کر سکتے ہیں۔ اسکی ہر چیز تازہ عمدہ اور صاف ستھری ہوتی ہے۔"

فہرست مفت طلب فرمائیں۔

مالک طبیہ عجائب گھر قادیان

۱۳ امیر المؤمنین ایدہ اللہ کے اس سال کے جلسے شائع ہو چکے ہیں۔ اور بعض دیگر ضروری اور مفید مضمون بھی نکل چکے ہیں۔ ایک روپیہ آٹھ آنہ چندہ پیشگی آنے پر فاروق سال بھر کے لئے جاری کر دیا جائیگا۔ (منیجر فاروق)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے اور ہوگا۔ وہ زمین سے لے کر سورج تک تمام دنیا کو پیدا کر کے قائم کئے ہوئے ہے۔ اس راحت بالذات پرماتما کی بندگی جس طرح ہم کریں۔ اسی طرح تم لوگ بھی کرو۔ یوتر یجر وید ۱۳ - ۴

اس وید منتر سے یہ صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ ایشور نے تمام دنیا کو پیدا کیا ہے۔ اور پرمیشور کو تینوں زمانوں کا علم ہے۔ اگر آریہ یہ کہیں۔ کہ اس منتر سے یہ کہاں ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ ایشور نے پرکرتی اور روح کو پیدا کیا ہے۔ اور اس جگت کی پیدائش سے پہلے صرف ایک پرمیشور ہی تھا۔ اور وہ اپنے کام کے لئے کسی غیر کا محتاج نہیں ہے۔ سو جواباً عرض ہے۔ وہ پرماتما بذاتہٖ غیر مولود اور سب کو پیدا کرنے والا ہے۔ ادی۔ ادی پوتر یجر وید ادھیائے ۳۱ منتر ۲ - پرکرتی وغیرہ اعلےٰ لطیف کائنات اور گھاس مٹی چھوٹے کیڑے مکوڑے ادنیٰ مخلوقات ہیں۔ انسان کے جسم سے لیکر اکاشش تک متوسط درجہ کی کائنات یہ تینوں قسم کی دنیا پرمیشور نے اپنی قدرت سے پیدا کی ہے۔ اتھر وید کانڈ ۱۰ انوواک ۴ منتر ۸ -

اس سمے نہ اسَت تھا۔ نہ ہی سَت تھا۔ نہ انترکھش تھا۔ اور نہ یہ جو پرے اکاشش ہے۔ رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۱۲۹ منتر ۱۔ جس وقت یہ ذروں سے مل کر بنی ہوئی دنیا پیدا نہ ہوئی تھی۔ اس وقت یعنی پیدائش کائنات سے پہلے اسَت یعنی غیر محسوس حالت یعنی شونیہ اکاشش بھی نہیں تھا۔ اس وقت سَت یعنی پرکرتی یعنی کائنات کی غیر محسوس علت جس کو سَت کہتے ہیں۔ وہ بھی نہ تھی۔ اور نہ پرمانو یعنی ذرے تھے۔ وراٹ یعنی کائنات میں جو اکاشش دوسرے درجے پر آتا ہے وہ بھی نہ تھا۔ بلکہ اس وقت صرف پربرہم کی قدرت جو نہایت لطیف اور اس تمام کائنات سے بدتر پرم ہے۔ علت یعنی اکارن ہے۔ موجود تھی۔ پوتر رگوید اشٹک ۸ ادھیائے ۷ ورگ ۱۷ منتر ۱۔ اب ہم نے یہ دیکھنا ہے۔ کہ خدا اپنی پیدا کی ہوئی اشیاء یعنی آگ کی گرمی اور پانی کی ٹھنڈک کو دور کر سکتا ہے۔ یا نہیں۔ اس کے لئے میں صرف آریہ سماج کے لٹریچر سے جواب پیش کرتا ہوں جو یہ ہے:-

بھگت پرہلاد کو کئی دکھ دئیے گئے۔ لیکن وہ ایشور بھگت بنا رہا۔ آخر ہرناکشپ کی بہن ہولکا نے اپنے بھتیجے کو مارنے کی خاطر قربانی کی۔ اسے غرور تھا۔ کہ اسے کسی رشی کا ور ہے۔ کہ اگنی اسے زندہ نہ جلا سکے گی۔ چنانچہ پرہلاد کو گودی میں لے کر ایک ویدی میں بیٹھ گئی۔ جس کے نیچے بہت سی لکڑیاں جمع تھیں۔ آگ لگا دی گئی۔ ہولکا خود جل گئی۔ اور بھگت پرہلاد کی پرماتما نے رکھشا کر لی۔ جا کو راکھے سائیں مار نہ سکے کو۔ آریہ گزٹ لاہور ۱۹ مارچ ۱۹۳۲ء صـ۷۔

اس حوالہ سے یہ ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ دیانندی پرمیشور سے پرہلاد بھگت کا پرمیشور بہت زبردست ہے۔ کیونکہ ایک ہی آگ میں سے خداوند تعالےٰ نے پرہلاد بھگت کو بچا لیا۔ اور اسی آگ میں ہولکا کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔ اور ساتھ ہی اس حوالہ سے یہ ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ ہولکا کا رشی بھی دیانندی پرمیشور سے زیادہ زبردست ہے۔ جو آگ کو جلانے سے روک سکتا تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر رشی نے یہ کہا تھا۔ کہ ہولکا کو آگ نہ جلا سکے گی۔ تو پھر ہولکا کیوں جل کر مر گئی۔ اس کا صاف جواب یہ ہے۔ کہ ہولکا کو صرف یہ کہا گیا تھا۔ کہ ہولکا کو آگ نہ جلا سکے گی۔ مگر ہولکا نے اسکی نافرمانی کی۔ اور اپنے ساتھ پرہلاد کو لے کر آگ میں بیٹھ گئی۔ اس لئے جل کر مر گئی۔

اس طرح سوامی دیانندجی نے اور بہت سی من گھڑت باتیں ویدوں کی طرف منسوب کر کے مخلوق خدا کو گمراہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ اب موقعہ نہیں۔ کہ دیانندجی کی تمام منگھڑت باتوں کو ظاہر کیا جاوے۔ کیونکہ میں اس سلسلہ مضامین میں صرف ویدوں کے سربستہ راز کھولنے کی کوشش کر رہا ہوں اور انشاء اللہ تعالےٰ اقساط میں ویدوں کی حقیقت اور اصلیت کا پردہ چاک کر دونگا۔

اس قسط کو صرف آریوں کی رائے جو دیانندجی کے متعلق ہے۔ دے کر بند کرتا ہوں:- شری سوامی دیانند سرسوتی نے خاص مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے شاستروں کی غلط تاویلیں کیں۔ اور اس مقصد کو دھارمک اور شائستہ رنگ دینے کے لئے مکاری سے کام لیا۔ ان کا ادیش نیک تھا۔ مگر جو ذریعہ انہوں نے اس ادیش کو پورا کرنے کے لئے اختیار کیا۔ وہ ایمانداری کے لحاظ سے نیک نہیں تھا۔ انہوں نے سَت اور اسَت کی پرواہ نہ کی۔ اپنے خیالات کو لوگوں کے اندر پھیلایا۔ اور آریہ سماج کی بنیاد ڈالی۔ از مہاتما ہنس راج جی اخبار آریہ گزٹ لاہور کارشی نمبر ۲۵ فروری ۱۹۳۳ء صـ۱ - ک ۱ - خاکسار طالب دعا فتح محمدؐ احمدی شرما از کراچی۔

اعلان چندہ مسجد کیمل پور

امیر صاحب جماعت احمدیہ کیمل پور کی درخواست کے پیش نظر کہ انہیں تعمیر مسجد احمدیہ کیمل پور کے لئے احباب سے چندہ فراہم کرنے کی اجازت دی جاوے۔ انہیں اضلاع راولپنڈی۔ میانوالی اور کیمل پور کی جماعتوں سے مبلغ ۳۰۰/- روپیہ تک چندہ فراہم کرنے کی اس شرط پر اجازت دی جاتی ہے۔ کہ اس چندہ کا مرکزی چندوں پر کوئی اثر نہ پڑے۔ اور کوئی رقم بلا اخذ رسید ادا نہ کی جائے۔

لہٰذا بذریعہ اعلان ہذا احباب کو اطلاع دیتے ہوئے ان سے امید کی جاتی ہے۔ کہ وہ اس کار خیر میں حتی المقدور حصہ لیکر عند اللہ ماجور ہوں گے۔ (ناظر بیت المال)

الہلال

ہندوستان کا وہ کونسا اہل علم ہے۔ جو مولٰنا ابوالکلام آزاد کے الہلال سے واقف نہیں۔ الہلال وہ اخبار تھا۔ جس نے مسلمانان ہند کو بیدار کیا۔ اور جس کے مطالعہ سے ہندوستان کے علماء میدان سیاست میں نکلے۔ لیکن الہلال آج باوجود تلاش کے نہیں ملتا۔ بعض اہل علم کے اصرار پر ہم نے الہلال کے بلند پایہ علمی۔ ادبی اور مذہبی مضامین کو **انتخاب الہلال** کے نام سے کتابی صورت میں شائع کر دیا ہے۔ حضرت مولٰنا کا مؤثر پیرایہ بیان ہی اس بات کی شہادت ہے۔ کہ کتاب کیا ہوگی فوراً خریداری قبول فرمائیں۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے بے جلد۔ دو روپے مجلد و مطلا محصول ڈاک بذمہ خریدار۔

ہسٹری آف اسلام

رسول اکرم صلعم کی حیات طیبہ بزبان انگریزی اس کے مصنف حافظ غلام سرور ایم۔ اے ہیں اس سے قبل انگریزی زبان میں ایسی بلند پایہ تصنیف شائع نہیں ہوئی۔ قیمت تین روپے بارہ آنے علاوہ محصول ڈاک۔

مخزن اخلاق

اس کتاب میں قرآنمجید سے ہر موضوع پر احکام خداوندی کو سلیس اردو زبان میں بیان کیا ہے۔ پھر ارشادات نبویؐ کو اس طرح بیان کیا ہے۔ بعد ازاں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے مختلف اقوال و نصائح کو جمع کر کے لکھا گیا ہے۔ پھر حکمائے عصر مثلاً جالینوس وغیرہ کے اقوال جمع کئے گئے ہیں۔ یعنی اس کتاب کا مطالعہ کرنے والا زندگی کے متعلق دنیا کی اہم ترین ہستیوں کا مشورہ حاصل کر سکتا ہے۔ کتاب ہذا کے پانچ ایڈیشن ختم ہو چکے ہیں۔ فوراً طلب کریں۔ ورنہ ایڈیشن ختم ہو جائیگا۔ قیمت عـہ علاوہ محصول ڈاک۔

اسلام ایٹ دی کراس روڈز

یہ کتاب بزبان انگریزی آسٹریا کے ایک نومسلم کی تصنیف ہے۔ جس نے چھ برس مدینہ منورہ میں رہ کر عربی علوم اور اسلامی تاریخ کا بے شمار علم حاصل کیا ہے۔ قیمت دو روپے۔

Three Songs تین گیت

تین پیارے نعتیہ گیت نہایت سادہ انگریزی زبان میں لکھے گئے ہیں۔ بچوں کو زبانی یاد کرانے کیلئے ازحد موزوں ہیں۔ آج تک اس موضوع پر ایسے پیارے اور عقیدت میں ڈوبے ہوئے اسلامی گیت شائع نہیں ہوئے۔ انداز طباعت دیدہ زیب قیمت مجلد ۱۲

مکمل فہرست کتب مفت طلب فرماویں

ملنے کا پتہ:- ادبستان۔ چابک سواراں سٹریٹ لاہور

حیرت انگیز رعایت مندرجہ ذیل ادویہ ۱۵ اپریل ۱۹۴۰ء تک چوتھائی قیمت پر دی جائینگی۔ یہاں پوری قیمتیں درج ہیں۔ (۱) **ریسٹورین** نہایت ہی مقوی باہ اور ممسک دوا ہے۔ کھوئی ہوئی طاقتوں کو واپس لا کر دوبارہ جوانی کا منہ دکھاتی ہے۔ ۳۲ گولی عـہ علاوہ محصول۔ (۲) **انڈین پوڈر**۔ دوا کیا ہے طلسم ہی سمجھیں۔ بچہ کو گھنڈی پڑ گئی ہو۔ ہرے پیلے دست آتے ہوں۔ بچہ نہایت کمزور ہو گیا ہو۔ تین دن کے استعمال سے انشاء اللہ صحت ہوگی۔ قیمت فی پیکٹ عـہ علاوہ محصول (۳) **سل دق**۔ یہ نسخہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سل دق کے مریضوں کو دیا کرتے تھے۔ قیمت چالیس گولی چار روپیہ علاوہ محصول۔ پتہ:- **ریسٹورین لیبارٹری قادیان** (پنجاب) پروپرائٹر سید خواجہ علی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وصیتیں

۵۵۷۴ع ۔ منکہ محمدؐ اسحاق ولد چودھری عزیزدین قوم راجپوت ککھی پنشنر عمر ۵۴ سال تاریخ بیعت اپریل ۱۹۰۷ء ساکن بدوملی حال لاہور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۳۰ ۳ ۴۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

(۱) اس وقت میری جائیداد منقولہ میری پنشن مبلغ یک صد روپیہ ماہوار ہے۔ جس پر میرا اور میرے اہل وعیال کا گزارہ ہے۔ لہٰذا اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت مبلغ دس روپے بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور اقرار کرتا ہوں۔ کہ تازیست مبلغ دس روپے ماہوار داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کراتا رہوں گا۔

(۲) اس کے علاوہ میری غیر منقولہ جائیداد بصورت مکان وزمین زرعی وبنجر حسب ذیل ہے :۔ (الف) ایک مکان پختہ واقعہ بدوملی تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ بازاری قیمت -/-/۴۰۰ روپے۔

(ب) ایک احاطہ مشتملہ چار دیواری و دو کانات واقع بدوملی بازاری قیمت مبلغ -/-/۲۰۰ روپے

(ج) زمین زرعی وبنجر مشترکہ درمیان میرے اور بھائیوں کے ۱/۴ حصہ موازی ۳۰ بیگھہ بازاری نرخ مبلغ پچاس روپے فی بیگھہ کل قیمت -/-/۱۵۰۰ روپے

(د) ایک مکان رہائشی واقعہ محلہ محمد نگر میو روڈ لاہور بازاری قیمت مبلغ -/-/۳۵۰۰ روپے

(ہ) ایک کنال زمین سفید واقع قادیان محلہ دارالرحمت قیمتی مبلغ -/-/۴۰۰ روپیہ۔ کل جائیداد قیمتی -/-/۶۰۰۰ روپیہ جس کا دسواں حصہ مبلغ چھ صد روپیہ بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ اگر یہ روپیہ میں اپنی زندگی میں ادا نہ کر سکوں۔ تو انجمن مذکورہ بالا کو اختیار دیتا ہوں۔ کہ وہ میری وفات کے بعد میرے ورثاء سے وصول کرے۔ یا ایک کنال زمین جو قادیان میں موجود ہے۔ اس پر قبضہ کرے اور باقی روپیہ میرے ورثاء سے وصول کرے۔ جتنی رقم میں اس مد میں اپنی زندگی میں دیتا رہوں گا۔ وہ اس کل رقم یعنی چھ سو سے منہا ہوتی رہے گی۔

العبد :۔ محمد اسحاق عفی اللہ عنہ موصی عزیز منزل فلیمنگ روڈ لاہور۔ گواہ شد عبدالکریم سیکرٹری تبلیغ لاہور۔ گواہ شد محمدؐ سعید احمدؐ پسر موصی۔ گواہ شد بشیر احمدؐ پسر موصی۔ گواہ شد عبدالحمید آڈیٹر ریلوے۔

۵۵۷۵ع ۔ منکہ فضل بی بی زوجہ چودھری غلام حسین صاحب قوم جٹ عمر پچاس سال تاریخ بیعت ۱۳۰۳ھش ساکن موضع ونجواں ڈاکخانہ بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۵ ؍ماہ امان ۱۹ہش ۱۳ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں :۔

میری غیر منقولہ جائیداد کوئی نہیں۔ ہس گوکھڑو۔ چوڑیاں۔ پچھل زیورات چاندی کے تھے۔ جو میرے خاوند نے اپنی ضروریات میں خرچ کر لئے ہیں۔ ان کی مالیت کا اندازہ یک صد روپیہ ہے۔ اور میرا مہر بتیس روپیہ ہے۔ یہ بھی میرے خاوند کے ذمہ واجب الادا ہے۔ میں اس کل رقم -/-/۱۳۲ روپے کے پانچویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور جائیداد میری ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۵ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔

الامتہ :۔ فضل بی بی بقلم خود۔ گواہ شد نشان انگوٹھا غلام حسین خاوند موصیہ۔ گواہ شد تاج الدین لائل پوری۔ گواہ شد محمد بخش مدرس ونجواں بقلم خود۔

۵۵۷۲ع ۔ منکہ امینہ بیگم زوجہ چودھری عبدالاحد صاحب قوم ارائیں پیشہ ملازمت عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدیؐ ساکن چک بہلولپور چک ۱۲۷ع ڈاکخانہ خاص ضلع لائلپور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۵ ۲ ۱۹۴۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں :۔

میرے اس وقت زیورات طلائی کی قیمت (جن کا وزن قریباً ۷ ۱/۲ تولے ہے) -/-/۳۰۰ روپے ہے۔ اور میرا حق مہر -/-/۷۰۰ روپے ہے کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز میں مبلغ چوالیس روپے ماہوار پر بطور ہیڈ معلمہ کام کرتی ہوں۔ جس کا ۱/۱۰ حصہ ماہوار داخل خزانہ کرتی رہوں گی۔ میرے مرنے کے بعد اگر میری کوئی جائیداد علاوہ ازیں ہو گی۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ قادیان کے حق میں وصیت کرتی ہوں جو رقم حصہ وصیت سے اپنی زندگی میں داخل کرونگی۔ وہ حصہ وصیت سے منہا کر لیا جائے گا۔ ۲۵ ؍ماہ تبلیغ ۱۹ہش ۱۳۔

العبدہ :۔ امینہ بیگم ہیڈ معلمہ گرل سکول چک ۱۲۷ع رکھ برانچ۔ ضلع لائل پور۔ گواہ شد الیاس الدین بہلولپور ۱۲۷ع رکھ برانچ ضلع لائل پور۔ گواہ شد عبدالاحد ریسرچ اسسٹنٹ ایگریکلچر کالج لائل پور۔

۵۵۳۵ع ۔ منکہ محمدؐ عظیم ولد عطر دین قوم قریشی عمر ۶۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۴ء ساکن گنجو چک ڈاکخانہ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۳۰ ۱۲ ۳۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں

ایک مکان خام قیمتی -/-/۴۰ روپے اور ایک راس بھینس قیمتی -/-/۶۰ روپے کل -/-/۱۰۰ روپے ہیں۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ میری وفات پر اگر کوئی جائیداد ثابت ہو۔ تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہو گی۔ آمدنی ساٹھ روپے سالانہ ہے۔ اپنی آمدنی کا بھی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ کرتا رہوں گا۔

العبد :۔ نشان انگوٹھا محمدؐ عظیم۔ گواہ شد محمدؐ ظہور الدین صاحب احمدیؐ اگرہ۔ گواہ شد افضال احمدؐ قادیان

نادہندگان چندہ کے اخراج کے متعلق حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہٖ کا فیصلہ

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حضور بعض نادہندگان کا معاملہ پیش کئے جانے پر حضور نے ارشاد فرمایا۔ کہ :۔

"ایسے کیسوں میں جماعتہائے متعلقہ کو ہدایت دی جائے۔ کہ وہ اس قسم کے نادہندگان کے متعلق نظارت امور عامہ میں رپورٹ کریں تا ان کو جماعت سے خارج کیا جائے۔"

نیز فرمایا :۔ کہ "جب تک ایسے لوگوں کو باقاعدہ طور پر نظارت امور عامہ کی معرفت جماعت سے خارج نہ کروا لیا جائے۔ تب تک وہ جماعت کے ممبر سمجھے جائیں گے۔ اور ان سے وصولی چندہ کا مطالبہ نظارت بیت المال کی طرف سے قائم رہے گا۔" اس لئے عہدہ داران صاحبان مقامی کو توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ اگر ان کی جماعت میں کوئی ایسے دوست ہوں جو باوجود ہر قسم کی کوشش کے چندہ کے تارک ہوں۔ تو ان کا معاملہ جماعت کی رپورٹ کے ہمراہ نظارت امور عامہ میں بھجوا دیں۔ تا اخراج کا فیصلہ کیا جاوے۔ اور اس وقت تک جب تک ان کے اخراج کا فیصلہ جماعت مقامی نظارت امور عامہ کے توسط سے نہیں کروا لیتی جماعت سے چندہ کا مطالبہ قائم رہے گا

(ناظر بیت المال)

ہفتہ بھر کی چیدہ خبریں

— نئی دہلی۔ ۲۰ مارچ عنایت اللہ صاحب مشرقی بانی تحریک خاکساروں کو رات ۱/۲ ۱۱ بجے حکومتِ ہند کے ماتحت زیر دفعہ ۲۶ اَلم گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ گرفتار کر کے نظر بند کر دیا گیا ہے۔ ۲۶ خاکساروں کی لاشیں میانی صاحب کے قبرستان میں دفنا دی گئیں۔ پولیس کے دو کانسٹیبلوں کی لاشیں بھی ان کے وارثوں کے حوالے کر دی گئیں۔ زخمی پولیس افسران کی حالت ابھی تک خطرے سے باہر نہیں ہے۔

— نئی دہلی۔ خاکساروں کے پرچہ "الاصلاح" سے جو اب دہلی سے نکلتا ہے۔ ضمانت طلب کر لی گئی ہے۔

— لاہور۔ خاکساروں اور پولیس کے تصادم کے واقعہ کی تحقیقات کے لئے حکومت پنجاب نے ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی ہے۔ جس میں ہائی کورٹ کے دو جج بھی شامل ہیں۔

— لاہور تحقیقات سے معلوم ہوا ہے۔ کہ اس وقت تک جو خاکسار گرفتار کئے جا چکے ہیں ان کی تعداد ۲۵۰ ہے۔

— نئی دہلی۔ مرکزی اسمبلی میں سر ضیاء الدین احمدؐ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے ہوم ممبر نے بیان کیا ہے۔ کہ حکومت ہند پوری طرح مطمئن ہے۔ کہ حادثہ لاہور کی ذمہ واری تمام و کمال مسٹر عنایت اللہ مشرقی پر عائد ہوتی ہے۔ آپ نے یہ بھی کہا۔ کہ مشرقی صاحب کی طرف سے جنگ کے لئے پچاس ہزار خاکساروں کی کوئی پیشکش حکومت کو موصول نہیں ہوئی۔

— لاہور۔ ۱۹ ؍مارچ کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے لاہور شہر کی چار دیواری کے اندر جو کرفیو آرڈر نافذ کیا تھا۔ اسے منسوخ کر دیا ہے۔